FAMOUS URDU NOVE

ہم دل سے ہارے ہیں

وہ سوئی ہوئی تھی۔۔۔ بہت گہری نیند میں تھی جب ایک دم کمرے کا دروازہ تھپتھپانے کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔ ادھ کھلی آنکھوں سے اپنے اردگرد کا جائزہ لیا۔ دروازے پر دستک خواب میں نہیں حقیقت تھی۔

"کون۔۔۔؟" کمرے کی مدھم روشنی میں دوپٹے کی تلاش میں ناکام ہو کر وہ دروازے کی طرف چلی آئی تھی۔ باہر سے نوزی کے رونے کی آواز کانوں میں گونجی تو اس نے فوراً دروازہ کھول دیا۔

"آ۔۔۔آ۔۔۔آپ۔۔۔" شہباز حیدر کو سامنے دیکھ کر وہ ایک لمحے کو شپٹا گئی تھی۔ وہ نوزی کو اٹھائے ہوئے تھے، جو مسلسل رو رہا تھا۔ شہباز حیدر نے لب بھینچے ہوئے تھے۔

"نوزی میری جان۔۔۔" وہ فوراً آگے بڑھی تھی۔

"کیا ہوا ہے۔۔۔ یہ رو کیوں رہا ہے؟" وہ شہباز حیدر کے تاثرات نظرانداز کیے پریشانی سے کہہ رہی تھی۔ شہباز حیدر نے سلگتی نظروں سے عیشہ واجد کو دیکھا۔

"ماما پاس جانا ہے۔۔۔" اسے دیکھ کر وہ مزید بلکا۔

"سنبھالو اسے۔۔۔ دو گھنٹوں سے اس نے میرا دماغ کھایا ہوا ہے۔۔۔" نوزی کو وہ بلک بلک کر اپنی طرف بازو بڑھائے دیکھ کر ان کا پارہ ایک دم ہائی ہوا تھا۔ عیشہ واجد نے بغور شہباز حیدر کو دیکھا، کمرے کی ہلکی روشنی سیدھی شہباز حیدر کے چہرے کے تاثرات کو آشکار کر رہی تھی۔ انتہائی بیزاری کوفت، وہ گوری کے تاثرات صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ انھوں نے فوراً ان کو اس کی طرف بڑھایا تو اس نے بھی جلدی سے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

"میری جان، میرا نوزی۔۔۔ میرے پاس آنا تھا۔۔۔" اسے پچکارتے خاموش کرواتے اس نے پیچھے کمرا کیا تھا، پھر اس کا سر اپنے ساتھ لگا لیا تھا، اس کے پاس آتے ہی فوراً خاموش ہو گیا تھا۔

"یہ رو کیوں رہا تھا؟" شہباز حیدر واپس پلٹے تھے، جب اس نے پوچھا تو اس نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔ ہلکی مدھم روشنی میں کھلے بالوں، بغیر دوپٹے کے ڈھیلے ڈھالے سراپے میں نمایاں ہوتا اس کا سفید دودھیا چہرہ بالوں کی لٹوں میں ایک لمحے کو انھیں اس پر کسی گزرے لمحے کا گمان ہوا تھا، اس وقت وہ ان کو بالکل دریشہ کی طرح لگی تھی۔ وہی ہونٹوں کا کٹیلا پن، لمبی پلکوں کی جھالر تلے بھیگی آنکھوں کی جھیل سے گہرائی میں موجزن طوفان، وہ دھیا رخساروں کی چمکتی چاندنی میں بکھرے لیتا احساس، پشت پر بکھرا گھنے بالوں کا آبشار ایک لمحے کو انھیں بھی کسی طوفان سے آشنا کر گیا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ سنبھل کر نظریں چرا گئے تھے۔ وہ عیشہ واجد تھی، دریشہ نہیں تھی۔

"تمہارے پاس آنے کی ضد کر رہا تھا۔۔۔" ہونٹوں کو دانتوں کے تلے سختی سے دبا کر انھوں نے اپنے کسی احساس سے نظر چرا

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کر کہا تو وہ تڑپ اٹھی۔۔ کتنا ظلم کر رہے تھے بچے کے ساتھ ساتھ اس پر بھی۔

"تو لے آتے۔۔ آپ اسے مجھ سے کیوں دور کر رہے ہیں۔۔ ایسی بھی کیا خطا ہو گئی ہے مجھ سے کہ آپ میرے ساتھ یوں سلوک کر رہے ہیں۔" کئی دنوں کا شکوہ اس کے لبوں پر مچل گیا۔ کچھ خفگی، کچھ ناراضگی اور بے پناہ استحقاق لیے۔۔۔ وہ کہہ رہی تھی۔ شہباز حیدر نے چونک کر انتہائی تعجب سے اپنے سامنے کھڑی اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا جو اس کی زندگی کو کسی نئے احساس سے [illegible] کرنے کے در پے تھی۔ اس کی آنکھوں کی خفگی میں صاف دکھائی دیتا جذبہ اور لہجے کی خفگی میں ڈولتا ابھرتا "استحقاق" کا احساس [illegible] ساکن کر گیا۔

"میرے کس عمل سے اس لڑکی کو اتنی ہمت ملی ہے کہ آج میرے سامنے کھڑی ہے۔۔" وہ حیران تھے۔ اسی لیے [illegible] سے پہلو تہی کی روش اختیار کر رہے تھے مگر اب احساس ہو رہا تھا ان کی یہ روش اس لڑکی کو اور ہی شہ دے گئی ہے۔ یہ لڑکی [illegible] میں چٹان کی طرح ان کو شکست دینے کو کھڑی ہے اور یہ فوزان کی حد سے زیادہ اٹیچ منٹ۔ وہ اس وقت پر پچھتائے جب فوزان کی پیدائش کے بعد اپنے غم میں نڈھال انہوں نے سارے اختیارات عیشہ واجد کو دے دیے تھے اور پھر اس لڑکی کو اتنی ہمت ملی کہ آج وہ ان کے سامنے کھڑی یہ پوچھ رہی تھی۔ وہ بغیر جواب دیے پلٹنے لگے تھے جب پیچھے سے وہ کہنے لگی۔

"مجھے آپ کے رویے کی سمجھ نہیں آ رہی کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔۔ میرا کوئی قصور ہے تو مجھے بتائیں۔۔ مجھے [illegible] فوزی کو اس طرح تکلیف دے کر آپ کو یاد کرانا چاہتے ہیں۔" وہ رو رہی تھی۔ فوزان کو بستر پر لیٹنے کا اشارہ کر کے کرسی پر پڑی چادر [illegible] وہ اب کمرے سے نکل کر شہباز حیدر کے سامنے آ رہی تھی۔

"چلیں میں آپ کا یہ رویہ نظر انداز کرتی جا رہی ہوں۔۔ مگر کب تک۔۔۔ اب تو گھر والے بھی متوجہ ہونے لگے ہیں۔۔ دادی جان کئی بار پوچھ چکی ہیں کہ فوزی میری بجائے اب آپ کے پاس کیوں ہوتا ہے۔۔ یا میں اکتا گئی ہوں اس کی [illegible] داری سے۔۔۔"

شہباز حیدر کا خیال تھا کہ اس کے اس رد عمل سے وہ خود ہی پیچھے ہٹ جائے گی مگر اس وقت وہ ان کے سامنے کھڑی [illegible] انداز میں باز پرس کر رہی تھی ان کا جی چاہا کہ وہ کچھ کرارا جواب دے کے منہ بند کر دیں۔ یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔۔ "ان کے اندر کا آتش فشاں ایک دم پھٹا تھا۔

"تم بچی نہیں ہو کہ میرے ان رویوں کو سمجھ نہ پاؤ۔۔ یہ سوال مجھ سے نہیں اپنے آپ سے کرو تو بہتر ہے۔۔" وہ [illegible] بھرا سے ہکا بکا دیکھ کر رک گئے۔

"اور ہاں اپنا موازنہ کرتے ہوئے یہ مت بھولنا کہ رشتے میں تم میری بھتیجی ہی نہیں میں تمہارا پھوپھا بھی لگتا ہوں۔۔ ہمارے درمیان تیرہ سالوں کا ایج ڈیفرنس ہے۔۔ پاگل احمق لڑکی۔۔" دانت پیستے، کھا جانے والی نظروں سے گھورتے اسے [illegible] جگہ پر ساکن کر کے آگے بڑھ گئے تھے۔ وہ حیرت سے گنگ ان کی چوڑی پشت کو دیکھے گئی، ہاتھ پاؤں سن ہو گئے تھے۔

"تو۔۔" وہ لڑکھڑائی۔ "تو اسی لیے یہ میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے تھے۔ مگر میرے کس رویے سے انہیں یہ محسوس ہوا کہ میں۔۔ میں۔۔"

"ماما آ جائیں۔۔ نیند آئی ہے۔۔" وہ نجانے کیا کیا سوچتی فوزان کی آواز اسے ہوش کی دنیا میں گھسیٹ لائی۔ عیشہ کو اپنا پورا وجود کانپتا محسوس ہوا۔ وہ لرزتی ٹانگوں سمیت دروازہ بند کر کے بستر پر آ گئی تھی۔ فوزان بستر پر لیٹا ہوا تھا وہ بھی تو اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ عیشہ واجد نے اک بے چارگی سے اسے دیکھا۔ اس بچے نے نجانے اس کو کن کن احساسات سے دو چار کیا تھا۔ اس کے اندر نجانے کیسے کیسے طوفان برپا کیے تھے۔ اس کے جذبوں کو کیسی ہوا دی تھی۔ کیسے پھول کھلائے تھے۔۔ عیشہ کی آنکھوں [illegible]

[illegible] اس کی پیشانی چومتے، بالوں میں انگلیاں پھیرتے اسے بغور دیکھا۔ اس اک نظر نے اس کے وجود میں اک طوفان برپا کر دیا۔ دل کی دھڑکن کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ عیشہ واجد کو ایک پل کو یہ گمان گزرا کہ اس کے پہلو میں فوزان نہیں بلکہ شہباز حیدر ہے۔۔ اسی خیال نے اس کے انگ انگ میں کپکپی دوڑا دی تھی۔

"مجھے آپ کے بغیر نیند نہیں آتی۔۔ پاپا نے بہت ڈانٹا تھا۔۔ تھپڑ بھی مارا۔۔ کہتے تھے کہ میں ان پاس سویا کروں۔۔ آپ گندی ہیں۔۔" "بچے تو معصوم ہوتے ہیں، جو سنتے ہیں بلاوجہ سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں۔" وہ منہ بسور کر بتا رہا تھا۔ وہ بغیر پلکیں جھپکائے بہت دکھ سے دیکھے گئی۔

"پاپا نے کہا تھا؟" اس نے "گندی" کے لفظ پر بے یقینی سے پوچھا۔ اس نے سر اثبات سے ہلایا تو وہ بے بسی سے ہونٹ کچل کر رہ گئی۔

"پاپا کہہ رہے تھے آپ میری ماما نہیں ہیں۔۔ آپی ہیں۔۔ میں آپ کو آپی کہا کروں۔۔" بچے اس کائنات کا سب سے [illegible] ہوتے ہیں اپنی معصومیت سے وہ مزید بتا رہا تھا۔

"پاپا بھی کہتے ہیں مجھے آپ کے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔۔ آپ سے دور سویا کروں۔۔ پاپا کے پاس سویا کروں، ان کے ہاتھ سے کھانا کھایا کروں۔۔ وہ مجھے ہوم ورک بھی کروایا کریں گے۔۔" وہ اور بھی بہت کچھ بتا رہا تھا، عیشہ واجد نے خاموشی سے اس کی پیشانی پر اپنی ٹھوڑی ٹکا کر اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔

"اچھا نہیں کر رہے شہباز حیدر آپ۔۔ چھوٹے سے بچے کے ذہن میں آپ اس طرح کی باتیں بٹھا کر نجانے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔۔ فوزان سے میری یہ محبت بے غرض اور بے لوث ہے۔ یہ تو اس [illegible] احساس ہے کہ آج میرے دل میں وہ سارے جذبے پنپ رہے ہیں جو کبھی میرے اور شاید اب آپ کے نزدیک بے بات [illegible] ہیں۔۔" فوزان کے بالوں میں خاموشی سے انگلیاں پھیرتی رہی۔

"ماما۔۔" آنکھیں بند کرتے اس نے پکارا تو اس نے اس کو دیکھا۔

"ہوں۔۔"

"ماما۔۔ آپ پاپا کے پاس کمرے میں کیوں نہیں رہتیں۔۔ عدیل کی ماما چاچو کے ساتھ رہتی ہیں، پھر آپ یہاں بچے کیوں رہتی ہیں۔۔ مجھے نہیں پتہ بس آپ اور پاپا اکٹھے رہا کریں۔۔" وہ انتہائی بھولپن سے اس کے وجود میں آگ لگا گیا تھا وہ بے یقینی سے دیکھے گئی۔

"چپ۔۔" اس نے سختی سے اس کے منہ پر انگلی رکھ دی۔

"خبردار تم نے آئندہ ایسی بات کی تو۔۔ تمہارے پاپا تو میری جان نکال دیں گے۔۔" ایک دم خوف سے ڈر کر اس نے فوزان کو خود سے لپٹا لیا۔ دل کی دھڑکن حد سے سوا تھی۔

"مگر آج میں نے پاپا سے کہا تھا وہ آپ کو اپنے کمرے میں لے کر آئیں نا۔ انہوں نے اتنی زور سے تھپڑ مارا تھا۔۔ بس مجھے لگتا ہے آپ پاپا کے ساتھ رہیں۔۔ پھر آپ دونوں کے ساتھ سویا کروں گا۔۔ پاپا کے ساتھ اکیلے سوتے ڈر لگتا ہے۔۔" وہ منہ بسورتے بتا رہا تھا۔ عیشہ نے دہل کر اس کی معصوم صورت دیکھی۔ ہر نقش شہباز حیدر کا چرایا ہوا تھا۔

"تم نے اپنے پاپا سے یہ سب کہا تھا۔۔؟" اس نے بے یقینی سے دہرایا تو اس نے گردن زور سے ہلائی۔

"پاپا نے سختی سے ڈانٹ دیا تھا۔۔ وہ کہتے ہیں میری ماما "اللہ جی" کے پاس چلی گئی ہیں، آپ صرف میری آپی ہیں۔۔" وہ [illegible] دیکھے گئی، بھلا چھوٹے بچے سے یہ باتیں کرنے والی تھیں۔ شہباز حیدر کو ذرا بھی احساس نہیں تھا کہ اس طرز عمل سے اگلے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بیٹے کی شخصیت میں کتنا بڑا خلا پیدا ہو سکتا ہے۔ ماں سے محرومی کا خلا۔۔۔ جو اس نے کبھی ہونے نہیں دیا۔

"ماما۔۔۔ پاپا سچ کہتے ہیں۔۔۔ واقعی آپ میری ماما نہیں ہیں۔۔۔؟" وہ پوچھ رہا تھا، عیشہ کا دل کانپ کر رہ گیا، اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ کتنی تلخ حقیقت تھی مگر سچ تھی۔ وہ جسے ماما کہتا ہے، وہ اس کی ماں نہ تھی، جبکہ دریشہ اس کی سگی ماں تھی، جو اسے جنم دینے کا سبب بنی تھی مگر پالا تو اس نے تھا۔ پیدا ہوتے ہی وہ اس کی ذمہ داری بن گیا تھا، پھر اتنے سالوں تک اس کی گود اس کی ممتا کو تسکین بخشتی رہی تھی، اس نے اسے کبھی ماں کی کمی محسوس ہی نہیں ہونے دی تھی اور وہی دور تھا، جب فوزان کی سنبھالتے اسے پروان چڑھاتے اپنے اندر کے انتہا، کم عمر جذبوں کی ایک نام ملا تھا۔ شہباز حیدر کا نام۔۔۔ وہ خود ہی ڈرنے لگی تھی، اپنی انہونی خواہشوں سے منہ چھپانے لگی تھی، اور پھر جب فوزان نے بولنا شروع کیا تھا تو اس کی زبان سے لفظ "ماما" نکلا تھا، اور نہال ہو گئی تھی، کم عمری کے جذبے، کمسنی کی محبت اور بھرپور محبت کا احساس نجانے کیوں اسے لگنے لگا کہ وہ واقعی فوزان کی ماما ہے۔ شروع میں سب ہی چونکے تھے، فوزان کے منہ سے یہ نام کر مگر وہ بچہ تھا، نہ اسے کوئی کچھ کہتی تھی نہ بوجھ۔۔۔ سب کا خیال تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ جب رشتوں کو جانے اور سمجھے گا تو خود بخود وہ اس نام کو ترک کر دے گا۔ اور پھر وقت گزرتا چلا گیا، اور اس کی ماما کہنے کی عادت پختہ ہوتی چلی گئی۔ کسی کو بھی اسے ٹوکنے یا اصل حقیقت بتانے کا دھیان نہ رہا۔ دریشہ کے بعد شہباز حیدر نے اپنے آپ کو کاروباری جھمیلوں میں اس قدر گم کر لیا کہ بیٹے کی طرف سے بھی غافل ہوتا چلا گیا۔ دادی، دادا، پھوپھو اور سب سے بڑھ کر عیشہ اس کا خیال رکھنے والی تھیں، وہ مطمئن ہوتا چلا گیا۔ کالج سے آنے کے بعد عیشہ کی زندگی کا محور فوزان ہوتا تھا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے کام وہ بہت محبت سے کرتی تھی، وہ شروع سے ہی اس کے پاس سوتا تھا، اور پھر یہ عادت اتنی پختہ ہو گئی کہ وہ کسی اور کے پاس ایک رات بھی نہیں سو پاتا تھا۔ یہ تو کچھ دنوں پہلے کی بات تھی یا شاید ایک ماہ سے یہ سب چل رہا تھا، غیر محسوس طریقے سے شہباز حیدر فوزان کو اس سے دور کرنے کی کوشش میں تھے، وہ جو رات گئے گھر لوٹتے، اب سرِ شام ہی گھر میں ہوتے تھے۔ فوزان کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے، کبھی باہر گھومنے لے جاتے اور کبھی کھانے کی چیز کا لالچ دے کر۔۔۔ وہ بچہ تھا، کچھ نہیں سمجھ رہا تھا مگر عیشہ خاموشی سے صرف دیکھ رہی تھی بلکہ اچھی طرح محسوس بھی کر رہی تھی، وہ شہباز حیدر سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی، ایک دو دفعہ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی بھی تو شہباز حیدر کا رویہ اس کے ساتھ انتہائی ہتک آمیز رہا۔ عیشہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی، صرف چپ تھی وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں، اسے کچھ سمجھ آ رہی تھی، وہ سارا دن ترس جاتی تھی، فوزان کیلئے۔۔۔ اس کی پیاری پیاری باتوں، معصوم شرارتوں کیلئے وہ صرف رات کو اس کے پاس آتا تھا، وہ بھی صرف سونے کیلئے اور آج رات وہ اس کے پاس نہیں آیا تھا، آج شہباز حیدر فوزان کو پارک میں لے کر گئے تھے، رات گئے لوٹے تھے، وہ انتظار کرتی رہی تھی کہ گھر آنے کے بعد وہ فوزان کو اس کے پاس چھوڑ جائیں گے مگر آج ایسا نہیں ہوا تھا۔ کتنی دکھی ہوئی تھی، فوزان کو اپنے ساتھ چمٹا کر سونے کی عادت اتنی پختہ ہو چکی تھی کہ اس کے بغیر سونے کا تصور ہی محال تھا مگر اب جب کہ خود سونے پر مجبور کر چکی تھی بلکہ سو بھی چکی تھی تو شہباز حیدر فوزان کو اس کے پاس چھوڑ گئے تھے مگر ان کا رویہ ان کی باتیں اور اب فوزان کی باتیں۔۔۔ وہ کٹ کر رہ گئی تھی۔ اس نے ہونٹ کاٹتے اسے دیکھا، وہ اس کے سینے پر سر رکھے گہری نیند میں تھا، وہ خاموشی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی۔

"اچھا نہیں کر رہے آپ میرے ساتھ۔۔۔ میں نے تو آپ سے کچھ بھی نہیں مانگا اور نہ ہی مانگوں گی۔۔۔ صرف خاموش محبت ہی تو آپ سے کر رہی تھی۔۔۔ اور اب آپ اس کا حق بھی مجھ سے چھین رہے ہیں۔۔۔ یہ فوزی۔۔۔" اس نے بھرائی آنکھوں سے معصوم صورت کو دیکھا۔

"اس کے بغیر مر جاؤں گی۔۔۔ میں نے بن ماں کے زندگی گزاری ہے۔۔۔ مجھے پتا ہے جب ماں کا سایہ میسر نہ آئے تو زندگی میں کیسا خلا بھر آتا ہے، میں نے تو اس خیال سے اس بن ماں کے بچے کو اپنا بنایا تھا لیکن کیا پتہ تھا کہ یہ دل ہی بغاوت کر جائے

گی۔ اس معصوم صورت نے میرے اندر کے خلا کو آپ کا عکس دیا تھا، اور اب جبکہ میں اس مقام پر آ چکی ہوں جہاں واپس پلٹنا میرے لیے موت ہے تو آپ کا طرز عمل میری جان نکالنے کو کافی ہے۔۔۔ آپ کے تیور دیکھتے ہوئے اتنے دن سے اپنے آپ کو میں سنبھال رہی ہوں۔ مگر اب نہیں۔۔۔ بات کھل گئی ہے تو ہو گئی ہی۔۔۔ اچھا ہے، بن کہے ہی آپ میرے جذبوں سے آگہی پا گئے ہیں۔۔۔ ورنہ میں شاید ساری عمر سلگتی رہتی، اور آپ کو خبر ہی نہ ہو پاتی۔" آنسو اس کے رخساروں پر تسبیح کے دانوں کی طرح ایک ایک کر کے گر رہے تھے، اور وہ گیلی لکڑی کی مانند اندر ہی اندر سلگنے لگی تھی۔

اس نے بھی اظہار کی شدت میں چپ سادھے رکھی
میں نے بھی کچھ کہنے کی خواہش میں بات چھپا دی
اس وحشت میں ہنستے ہنستے جیون دھول ہوئے ہیں
اس نے ایک دیوار اٹھا دی، میں نے ایک گرا دی

❁ ❁ ❁

ڈوبی ہوئی خلوص میں جس کی نگاہ تھی
مجھ کو اس کی چاہ تھی اور بے پناہ تھی
فراز کس کو علم ہے اس چاند کے بغیر
جو چودھویں کی رات تھی کتنی سیاہ تھی

"اس کے گھر میں دو خاندان آباد تھے، ایک عبداللہ صاحب کا اور دوسرا حیدر صاحب کا۔ عبداللہ صاحب کے دو بچے تھے، واجد عبداللہ اور بیٹی دریشہ عبداللہ جو کہ واجد سے کئی سال بعد بڑی منتوں مرادوں سے پیدا ہوئی تھی۔ حیدر صاحب کے دو بیٹے شہباز حیدر اور قیوم حیدر تھے۔ تین بیٹیاں فارحہ، مہوش، اور حنا۔۔۔ تینوں بڑی تھیں، پھر شہباز تھے، شہباز اور دریشہ ہم عمر تھے، جبکہ قیوم سب سے چھوٹا تھا۔ واجد عبداللہ کی شادی کئی سال پہلے ہوئی تھی مگر چند سالوں بعد گردوں کی تکلیف کی وجہ سے انتقال کر گئیں، اس وقت عیشہ چار سال کی تھی، اس دوران حیدر صاحب بڑی تینوں بیٹیوں کی شادی کر چکے تھے، اب کی بار عبداللہ صاحب نے چار سال بعد دوبارہ واجد کی صاحب کا گھر بسایا تھا، عیشہ ان کے دوست کی بیٹی تھی، وہ جوائنٹ فیملی سسٹم کی عادی نہ تھیں اور بچوں کی پرورش بھی صبر کر کے انہوں نے یہ سب برداشت کیا تھا، واجد صاحب اس پر راضی نہ تھے مگر بیوی اور باپ کے سامنے ایک نہ چل سکی۔ عیشہ اس وقت کافی سمجھدار تھی، پھر ماں سے محرومی اور سوتیلی ماں کے ساتھ نے اسے وقت سے پہلے ہی کافی میچور کر دیا تھا، وہ باپ کے ساتھ جانے کی بجائے گھر میں نہیں گئی تھی، یہیں رہ گئی تھی۔ عیشہ کو دریشہ سے بہت محبت تھی اور یہی حال دریشہ کا تھا۔ عمروں کے فرق کے باوجود ان کی دوستوں کی طرح ہوتی تھیں۔ دریشہ اور شہباز دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے، خاندان کی بات تھی، سو دونوں کی بات بھی طے ہو گئی تھی، عیشہ آٹھویں کلاس میں تھی جب دریشہ کی شہباز سے شادی ہوئی تھی، مگر بدقسمتی سے دریشہ شادی کے تین سال بعد ہی فوزان کی پیدائش پر انتقال کر گئی تھیں۔ پورے خاندان پر ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا، دریشہ کی جواں مرگ کا صدمہ ہی ایسا جان لیوا تھا کہ کتنے ہی عرصے تک کوئی بھی اپنے آپ کو نہ سنبھال پایا تھا۔ شہباز حیدر تو ایک طرف باقی سب بھی نڈھال تھے۔ عیشہ جو دریشہ سے نہ صرف شکل صورت میں مشابہت رکھتی تھی بلکہ زیادہ تر دریشہ کے زیر اثر رہتے ہوئے اس کے اندر اس جیسی عادات و اطوار پیدا ہو گئی تھیں۔ اس نے بہت خاموشی سے انتہائی خلوص و توجہ سے فوزان کو سنبھال لیا تھا۔ کالج سے آنے کے بعد وہ سارا وقت فوزان کے چھوٹے موٹے کاموں میں صرف کر دیتی تھی، وہ ماں سے محرومی کے احساس سے واقف تھی، جس طرح اس کی ماں کے انتقال کے بعد دادی، پھوپھی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

نے سنبھال لیا تھا، اسی طرح فوزان کو سمیٹ لیا تھا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بھی سنبھل گئے تھے۔ فوزان عیشہ سے بہت اٹیچ ہو چکا تھا، کسی کو بھی احساس نہ تھا کہ آنے والے وقت میں یہ اٹیچمنٹ کوئی اور رنگ بھی اختیار کر سکتی تھی۔ شہباز حیدر فوزان کو عیشہ کی ذمہ داری سمجھ کر لاپرواہ ہوتے چلے گئے۔ اور وہی دور تھا جب اس کے اندر نئے جذبات انگڑائیاں لے کر بیدار ہوتے چلے گئے تھے۔ اس نے خود کو روکنے کی، باز رکھنے کی کوشش کی مگر دل تو اس کب تک سمجھتا ہے اور پھر اس نے دل کے سامنے ہار مان لی۔ ایف ایس سی کے بعد بی ایس سی اور اب وہ ایم ایس سی کے لئے یونیورسٹی ایڈمیشن لے چکی تھی، یونیورسٹی میں اس کا آخری سال تھا۔ پڑھائی میں بڑی سنجیدہ بھی اور کسی کے سامنے دل کا درد آشکار نہیں ہونے دیا تھا مگر گزشتہ ایک ماہ سے شہباز حیدر کو جانے کیسے اس کے جذبوں سے آگاہی ہو گئی تھی، اور پھر انہوں نے حفاظتی اقدامات بھی کرنے شروع کر دیے تھے، رات سوچنے کے بعد اس نے شہباز حیدر سے آر یا پار کا فیصلہ کیا تھا۔ شہباز حیدر کا فوزان کے سلسلے میں یہ رویہ اس کے لیے برداشت کرنا ناممکن تھا۔ صبح اس نے یونیورسٹی سے آف کرنے کا سوچا تھا۔ قیوم چچا کی بیگم مہوش کالج میں لیکچرار تھیں، ان کے دونوں بچے اور فوزان سب اکٹھے ہی صبح صبح ان کے ساتھ سکول کے لیے نکلتے تھے، واپسی پر عبداللہ صاحب بچوں کو لے کر آتے تھے، فوزان عدیل اور مشال ایک ہی سکول میں پڑھتے تھے۔ عبداللہ صاحب اور حیدر صاحب لکڑی کا کاروبار کرتے تھے، لکڑی خرید کر آگے فروخت کرنا ان کا کام تھا، جو رفتہ رفتہ اب کافی وسیع ہو گیا تھا، واحد کے علیحدہ ہونے پر انہوں نے اس کے حصے کا کاروبار بھی علیحدہ کر دیا تھا، اب حیدر صاحب اور عبداللہ صاحب کا سارا کام حیدر اور شہباز ہی چلا رہے تھے، وقت کے ساتھ ساتھ گھر میں خوشحالی آ چکی تھی، قیوم انجینئر تھے، واحد صاحب کے اپنی دوسری بیوی سے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی، وہ ہر دوسرے دن عیشہ سے ملنے آتے رہتے تھے۔ عیشہ اپنے کمرے کو سمیٹ کر کچن میں آئی تو چچی جان چیزیں سمیٹ رہی تھیں، اسے آتا دیکھ کر رکیں۔

Famous Urdu Novels

"آج یونیورسٹی نہیں گئی؟"

"نہیں۔۔۔" وہ کھانے پینے کو فریج کا جائزہ لینے لگ گئی۔

"ہوں میں یہ فیصلہ تو ٹھیک ہوا۔۔۔" اسے چپ چاپ جاتے دیکھ کر انہوں نے ٹوک دیا۔

Free pdf Library

"تھکن رہتی ہے۔۔۔ صرف سلائس کھاؤں گی۔۔۔ دادا جان اور دادی جان نے ناشتہ کر لیا ہے۔۔۔؟"

"ہوں۔۔۔ سب نے ہی کر لیا ہے، صرف شہباز رہتا ہے، اس کیلئے یہ ٹرے تیار کی ہے۔۔۔" انہوں نے ٹیبل پر رکھی ٹرے کی طرف اشارہ کیا۔

"لاؤ میں لے جاتی ہوں، تم شہباز کو یہ ٹرے دے آؤ۔۔۔" انہوں نے اسے پیچھے بتا دیا تھا، شہباز حیدر کے نام پر اس کا دل دھڑکا تھا، تاہم وہ خود کو سنبھالتی دوپٹہ درست کرتے ٹرے اٹھا کر اوپر چلی آئی۔ دروازہ نیم وا تھا، دونوں ہاتھوں سے ٹرے تھامے وہ بغیر دستک دیے اندر داخل ہو گئی تھی، وہ آئینے کے سامنے کھڑے بال سنوار رہے تھے، گہرے کوٹ سوٹ میں اپنی ڈیسنٹ پرسنالٹی سمیت بہت بارعب اور پروقار لگ رہے تھے۔ ان کی شخصیت کی وجاہت دیکھنے کے قابل تھی شاید اسی لیے وہ اپنے جذبوں پر قابو نہ کر پائی تھی، آفس کی تیاری تھی، اسے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر ان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ رات کا واقعہ ذہن کی سطح پر ایک دم تازہ ہوا۔ غصے سے ٹیبل پر برش پٹخ دیا۔

"چھن چھن۔۔۔" پرفیوم کی شیشی نیچے گر کر ٹوٹی تھی، پورا کمرا Posion! کی تیز خوشبو سے نہا گیا تھا، عیشہ ان کے تیور دیکھ کر دہل گئی، رات وہ جو آر یا پار کرنے کا فیصلہ کیا تھا، ساری ہمت دم توڑ گئی، مرے قدموں سے آگے بڑھ کر ناشتے کی ٹرے ٹیبل پر رکھ دی۔ وہ ایک طرف کھڑی ہو کر انگلیاں چٹخانے لگی، سمجھ نہ آئی کہ اب کیا کرے۔۔۔ پلٹ جائے یا۔۔۔ شہباز حیدر نے خشمگیں نظروں سے گھورا۔ وہ باہر نکلنے کو پلٹی تھی۔

"سنو۔۔۔" اس پکار پر اس کے قدم ٹھٹکے تھے، وہ پلٹی تھی، شہباز حیدر کے تیور دیکھ کر وہ مزید پزل ہوئی۔

"آئندہ میرے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دستک دے لیا کرنا۔۔۔ تم اچھی طرح جانتی ہو مجھے یہ بے تکلفی اچھی نہیں لگتی۔۔۔" نہایت بے رخی سے ٹوک دیا گیا تھا۔

"جی۔۔۔ اچھا۔۔۔" شکوہ کناں نظروں سے دیکھتے اس نے سعادت مندی سے سر جھکا لیا، وہ ان کی اس قدر پر رعب باوقار پرسنالٹی کے سامنے خود کو خاصا بے بس محسوس کرتی تھی، ان کا رعب ہی ایسا تھا مگر دل کا کیا کرتی۔۔۔ وہ الٹے قدموں سے پلٹی تھی، وہ ذرا سا سامنا ہونے سے ہی ٹانگیں لرزنے لگ گئی تھیں، اگر ساری زندگی۔۔۔ اس کا دل اسے اس طرز عمل پر احتجاج کرنے کو اکسانے لگ گیا تھا۔ دل و دماغ اس کے خوف کے سامنے ایک دم ڈٹ گئے تھے، نکلنے سے پہلے وہ پلٹی تھی۔

"وہ۔۔۔ وہ مجھے آپ سے۔۔۔ بہت ضروری بات کرنی ہے۔۔۔" وہ ہمت کر کے یہ الفاظ کہہ پائی تھی، سر اٹھا کر ان کو دیکھا مگر۔۔۔ اف اللہ۔۔۔ ان کی آنکھوں سے انگارے برس رہے تھے، اس نے بے اختیاری میں اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا، دل کی دھڑکن کا کچھ اندازہ ہی نہ تھا۔

"مگر مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔۔" انتہائی کرختگی سے انکار ہوا تھا، وہ ڈبڈبائی آنکھوں سمیت انہیں دیکھے گئی۔ کبھی وہ اس کے بڑے مہربان ہوا کرتے تھے مگر اب۔۔۔

"مجھے فوزان کے سلسلے میں بات کرنی ہے۔۔۔" اپنے رخسار پر بہہ جانے والے آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرتے اس نے خود کو مضبوط کیا، اس خیال سے کہ زیادہ سے زیادہ چیخ کر اپنا غصہ نکالیں گے جان سے تو مارنے سے رہے۔

"فوزان میرا بیٹا ہے۔۔۔ اس کا اچھا برا میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں۔۔۔ اس سلسلے میں تم کو جو رعایت مل چکی ہے، اسکو غنیمت جانو تو بہتر ہے۔۔۔ ورنہ۔۔۔" انہوں نے بریف کیس کھول کر بکھرے کاغذات سمیٹ کر کے اس میں رکھتے تھے، شہباز حیدر کے "ورنہ" پر عیشہ کا دل رکنے لگا۔

Famous Urdu Novels

"آپ کے اس طرز عمل سے اس کی شخصیت بجائے بننے کے صرف بگڑے گی، اس کا ذہن دو حصوں میں بٹ رہا ہے، آپ کی باتیں اور توجہ اس کے اندر کئی سوال و جواب کھڑے کر رہے ہیں، مگر آپ کو کیا۔۔۔ آپ تو اسے صرف مجھ سے دور کرنا چاہتے ہیں اور بس۔۔۔"

Free pdf Library

"شٹ اپ۔۔۔" تمام خوف بالائے طاق رکھ کے اس نے کہا تو شہباز حیدر نے غصے سے ٹوک دیا، وہ ایک دم چپ کر گئی۔

"فوزان کا اچھا برا میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں۔۔۔ سمجھیں۔۔۔" بریف کیس سختی سے بند کر کے انہوں نے گھورا، "اور تم کو کوئی حق نہیں کہ میرے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرو۔۔۔ فوزان کے حقوق ادا کرنے کو ابھی اس کا باپ زندہ ہے۔"

"غلط کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔ فوزان کی پیدائش سے لے کر اب تک آپ نے کون سے حقوق نبھائے ہیں اس کے لیے۔۔۔ اور اب ایک ماہ سے آپ کو پتہ چل گیا ہے کہ فوزان آپ کا بیٹا ہے۔۔۔" تلخی نے عیشہ کی طرف سے بھی سر ابھارا تھا، بغیر کچھ سوچے سمجھے اس نے کہہ دیا۔

"عیشہ! تم حد سے بڑھ رہی ہو۔۔۔" عیشہ کی اس بدتمیزی پر انہوں نے سختی سے کہا تو اس نے سر جھکا لیا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ آپ کی بھول ہے۔۔۔ اگر حد سے بڑھنا ہی ہوتا تو بہت پہلے میں آپ کے سامنے کھڑی ہوتی، آج بھی میں صرف اور صرف آپ کے رویے کی وجہ سے آپ کے سامنے ہوں۔۔۔ ورنہ حد سے بڑھنا کیا ہوتا ہے آپ کیا جانیں۔" ایک لمحے سے اس کو خود بھی حیرت ہوئی کہ وہ بغیر جھجکے یہ سب کہہ رہی تھی۔

"تم رشتوں کا ادب لحاظ بھول رہی ہو۔۔۔" وہ بے پناہ طیش سے اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"گستاخی معاف! مجھے رشتوں کا ادب لحاظ آپ سے زیادہ پتہ ہے، میں تو صرف آپ کو کہہ رہی ہوں کہ فوزان کے معاملے میں آپ کی کسی بھی پابندی کو خاطر میں نہیں لاؤں گی۔۔۔ آپ کو تو اس معصوم پر ذرا بھی ترس نہیں رہا، میں اتنے دنوں سے خود پر جبر کر رہی ہوں تو یہ رشتوں کا ادب لحاظ ہی ہے۔۔۔ آپ کے اس رویے سے وہ سارا دن مختلف سرگرمیوں میں الجھ کر بہل تو جاتا ہے مگر رات کو وہ جو سوال اُٹھاتا ہے۔۔۔ کاش آپ اندازہ لگا سکیں کہ اس کی ذہنی سطح پر کس طرح اثر انداز ہو سکتے ہیں۔" شہباز حیدر نے بے پناہ غصے سے اپنے سامنے کھڑی اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا۔

"اس کے حق میں یہی بہتر ہے کہ تمہیں اس کے متعلق الجھنے کی ضرورت نہیں۔۔۔" دل تو چاہ رہا تھا کہ ایک ہاتھ جڑ دے، مگر ضبط کیے غصے سے کہا۔ عیشہ کا دل فوزان کے معاملے میں پھر دکھی ہو گیا۔

"میں آپ سے تو کچھ نہیں چاہ رہی۔۔۔ کبھی آپ نے میری زبان سے کوئی غلط لفظ سنا ہے۔۔۔ بے فکر رہیے، کبھی آپ کی پریشانی کا سبب نہیں بنوں گی، بس فوزان کو میرے پاس رہنے دیں۔۔۔ وہ پیدا ہونے کے بعد میرے پاس آیا تھا۔۔۔ اتنے سال میں وہ مجھے اپنے جسم کا حصہ لگنے لگا ہے، ورنہ پھوپھو زندہ ہوتیں تو شاید وہ اسے اتنی محبت نہ دے پاتیں جتنی میں نے دینے کی کوشش کی ہے، ایک ایک لمحہ، ایک ایک پل اس کے لیے اپنا آپ۔۔۔ بنا کسی غرض یا لالچ کے۔۔۔ اور اب آپ اسے مجھ سے جدا کر رہے ہیں۔۔۔ جان بوجھ کر۔۔۔ صرف اور صرف انتقاماً۔" وہ اس کے سامنے کھڑی رو رہی تھی، شہباز حیدر کے لیے خود پر ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ اس وقت وہ ہو بہو عیشہ کی طرح لگ رہی تھی، کتنی مماثلت تھی دونوں میں۔

"میں یہ سب کچھ جان بوجھ کر یا انتقاماً نہیں کر رہا۔۔۔ میرے اس رویے کی وجہ مجھ سے بہتر تم جانتی ہو۔۔۔ انتقاماً۔۔۔" دانت پیستے انہوں نے باور کروایا، وہ کرنٹ سی کھا گئی، ان سے نظریں چرا گئی، انہیں مزید غصہ آیا۔ عیشہ کا غیر معمولی سلوک وہ بہت عرصے سے محسوس ہونے لگا تھا کہ عیشہ کا نارمل رویہ اب ان کے لیے نارمل نہیں رہا۔۔۔ ان کے سامنے آنے سے کتراتا، ایک دم سامنا ہو جانے پر گھبراتا۔۔۔ ان سے سیدھی طرح بات نہیں کرتا، بات کرنے پر شرماتا۔۔۔ خاص طور پر اس کی نگاہوں میں اپنے لیے ایک عجیب سی دلکشی آج کل محسوس کرنے لگے تھے، بہت غور کرنے پر انہیں احساس ہوا کہ وہ انہیں "چاچو" کہنا چھوڑ چکی ہے۔۔۔ آپ۔۔۔ جناب اسٹنے، یہ، وہ کے الفاظ استعمال کرنے لگی تھی، انہیں براہ راست مخاطب کرنا تو تقریباً چھوڑ چکی تھی، اگر کبھی بات کرنے کا موقع مل ہی جاتا تو وہ کوئی حوالہ دیتے ہوئے آپ، یہ کے الفاظ استعمال کرتی تھی، ان کی چھٹی حس انہیں ایک عرصے سے آگاہ کر رہی تھی مگر وہ اپنا وہم کہہ کر ٹال جاتے تھے۔ اور پھر ایک ماہ پہلے ہی کی بات تھی، فوزان کو بخار تھا، رات وہ لیٹ آئے تھے، فوزان کی طبیعت کافی خراب تھی، سارا دن امی نے بتایا تو وہ عیشہ کے کمرے میں چلے آئے تھے۔ فوزان سویا ہوا تھا، عیشہ شاید باتھ روم میں تھی، وہ فوزان کی طبیعت جاننے کے لیے اس کے بستر پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگے تھے، وہ شاید باتھ لے رہی تھی، پانی گرنے کی آواز سے وہ یہی اندازہ لگا سکے۔ فوزان کا بخار چیک کرنے انہوں نے سرہانہ اُٹھا کر اس کے ساتھ کمر لگائی تھی، وہاں کتاب تھی، یونہی ورق گردانی کے خیال سے اُٹھائی تھی، مگر وہ ششدر رہ گئے تھے۔ کتاب کھولتے ہی ان کی جھولی میں کئی تصویریں آ گری تھیں۔ سب تصویریں ان کی تھیں، صرف ایک تصویر میں ان کے ساتھ عیشہ اور فوزان تھے۔ یہ تصویر فوزان کی تیسری سالگرہ کے دن کھینچی گئی تھی، وہ حیران ہو کر تصویر دیکھ رہے تھے، یونہی تصویر کی پشت پر نظر پڑی تو دنگ رہ گئے۔

جب سے تیرے نام کر دی زندگی اچھی لگی
تیرا غم اچھا لگا تیری خوشی اچھی لگی
تیرا چہرہ، تیری خوشبو، تیرا لہجہ، تیری بات
دل کو تیری گفتگو کی سادگی اچھی لگی

وہ اشعار کا انتخاب نہیں تھا، بلکہ ان کے گرد خوبصورت انداز میں چاروں جانب عیشہ شہباز حیدر کے نام کی تکرار تھی، خوبصورت پھولوں کی بیل کی صورت میں لکھے گئے نام کی تکرار ان کو کئی لمحوں تک سُن کر گئی تھی، وہ عیشہ کی لکھائی ہزاروں میں پہچان سکتے تھے، وہ حیرت کے سمندر میں غرق تھے، شک تو پہلے ہی تھا، اب یقین آنے پر وہ شاک میں تھے، یونہی کتاب وہیں رکھ کر اُٹھ کر وہاں سے چلے آئے، ان کا دل چاہا کہ اس سے سختی سے باز پرس کریں، مگر پھر عیشہ کے انداز و اطوار گزشتہ رویوں کا اندازہ لگا کر وہ یہ سوچ کر چلے گئے کہ اگر بات کھلنے کے بعد وہ ان کے سامنے دل کی حالت بیان کر گئی تو وہ کیا کریں گے، کیسے اپنا دامن بچا پائیں گے، تب جانے ان کا ردعمل کیا ہو۔۔۔ پھر انہوں نے خاموشی سے فوزان کو ان سے دور کرنا شروع کر دیا تھا، ان کا خیال تھا کہ اس طرح وہ اس لڑکی کو مزید کسی حماقت سے روک سکیں گے۔۔۔ مگر یہ ان کی خام خیالی تھی، پہلے تو شاید اسے بات کھلنے کا ڈر تھا، اور اب۔۔۔ کل رات انہوں نے کسی نہ کسی طرح بہلا پھسلا کر فوزان کو اپنے پاس سونے پر آمادہ کر ہی لیا تھا لیکن آدھی رات کو وہ رونا شروع ہو گیا تھا، وہ ہڑبڑا کر اُٹھے تھے، اس شور کے عادی نہ تھے، کچھ پریشان بھی ہو گئے۔

"کیا ہوا فوزی۔۔۔؟"

"ماما کے پاس جانا ہے۔۔۔" روتے ہوئے فرمائش کی گئی تھی، ایک تو نیند ڈسٹرب ہو گئی تھی، دوسرا اس کی یہ الٹی فرمائش۔۔۔ انہیں غصہ آ گیا۔

"کوئی نہیں ہے تمہاری ماما۔۔۔" ان کے ڈانٹنے کی دیر تھی، فوزان صاحب تو حلق پھاڑ کر رونا شروع ہو گئے تھے، وہ جھنجلا اٹھے، ہر طرح سے اسے سنبھالا، پچکاریاں، لالچ دیا، مگر اس کی تو ایک ہی ضد تھی۔

"ماما کے پاس جانا ہے۔۔۔" اب کہ انہیں عیشہ پر غصہ آنے لگا، جو ان کی زندگی میں حد سے زیادہ دخل اندازی کر چکی تھی۔

"سنو فوزی۔۔۔ وہ سو گئی۔۔۔ ہے۔۔۔ تم بھی سو جاؤ۔۔۔ میرا پیارا بیٹا ہے۔۔۔" انہوں نے غصہ ضبط کرتے پکارا تھا، مگر وہ بھی ڈھیٹ تھا۔

"نہیں سوؤں گا۔۔۔ آپ انہیں لے کر آئیں۔۔۔ ان کے ساتھ سوؤں گا۔۔۔" وہ بیچارگی سے اس چھوٹے سے بچے کو دیکھتے رہ گئے تھے، وہ اس کی ضدی طبیعت کے عادی نہ تھے، پریشان ہو گئے۔

"وہ یہاں نہیں آ سکتیں۔۔۔ تمہیں میرے ساتھ ہی سونا ہے۔۔۔ بچے۔۔۔" اب کے انہوں نے سختی سے کہا تھا مگر مجال ہے اثر ہوا ہو اور وہ بوکھلایا تھا۔

"کیوں نہیں آ سکتیں۔۔۔ عدیل کی ماما چاچو کے ساتھ سوئی ہیں۔۔۔ عدیل مجھے بتاتا ہے۔۔۔ بس آپ ماما کو لے کر آئیں۔۔۔" وہ ان ننھے سے بچے کی باتوں سے حق دق رہ گئے، اوپر سے اس کی فرمائش۔۔۔ انہیں ایک دم غصہ آیا تھا۔

"شٹ اپ۔۔۔ اس نے لاڈ اُٹھا اُٹھا کر تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے۔۔۔ آرام سے سو جاؤ۔۔۔" غصہ تھا یا پھر فوزان کی بات کا اثر تھا، سختی سے ڈپٹتے انہوں نے اسے کھینچ کر تھپڑ مارا تھا، بھر کیا تھا۔۔۔ فوزان میاں کا فل والیم تھا، وہ زچ ہو اُٹھے۔

"مجھے ماما کے پاس جانا ہے۔۔۔ ابھی جانا ہے ماما کے پاس۔۔۔ آپ گندے ہیں۔۔۔ ماما اچھی ہیں۔۔۔ میں ماما کو بتاؤں گا۔۔۔ آپ مارتے ہیں۔" وہ سر تھام کر فل والیم سے روتے اس چھوٹے سے بچے کو دیکھتے رہے مگر وہ نہیں سنبھلا تھا۔ غصے سے اُٹھا کر اس کے پاس چھوڑ آئے تھے، اس وقت غصہ اس قدر تھا کہ سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں مفقود ہو کر رہ گئی تھیں، اسی غصے کی وجہ تھی کہ وہ جو "پردہ قائم ہے" یہ حجاب برقرار رہنے کے لیے سرگرداں تھے، عیشہ کو خود اپنے سامنے کھڑا ہونے کا موقع دے گئے تھے۔ ساری رات دہکتے انگاروں پر جلتے سلگتے گزری تھی، اور اب وہ ان کے سامنے تھے۔

"دیکھو عیشہ! تم بچی نہیں ہو کہ یہ حماقتیں سرانجام دو۔۔۔ کل تو تمہاری شادی بھی ہونی ہے۔۔۔ فوزان سے تمہاری اس قدر

Famous Urdu Novels Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

انجکشن تم دونوں کے لیے ہی نقصان دہ ہے، بہتر ہے کہ تم اس سے دور رہو۔۔۔ وہ ابھی بچہ ہے، محبت سے پیار سے بہل جائے گا مگر تم میں شاید یہ ناممکن ہو۔۔" شہباز حیدر نے اپنے آپ کو سنبھال کر غصے کو پس پشت ڈالتے قدرے رسانیت سے کہا تھا، وہ آنکھوں میں آنسو لیے شاکی نظروں سے دیکھے گئی، وہ رخ موڑ گئے۔

"مجھے نہیں کرنی کوئی شادی وادی۔۔ جب میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ میں آپ کے لیے کوئی مسئلہ نہیں بنوں گی تو پھر ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔۔ فوزان کو میں نے کبھی پھوپھو کا بیٹا نہیں سمجھا، بلکہ ہمیشہ اپنا بیٹا سمجھا ہے۔۔ اور کوئی بھی ماں اپنے بیٹے کو خود سے جدا نہیں کر سکتی۔۔" وہ ان کے سامنے کھڑی واشگاف الفاظ میں آنسو بہائے دل کی بات کہہ گئی تھی۔ اسی لمحے سے تو وہ ڈرتے تھے، وہ تاسف سے اسے دیکھتے رہے۔

"کاش مجھے اندازہ ہوتا کہ تم اس حد تک بے باک ہو چکی ہو۔ تمہارے دماغ میں اس قدر خناس بھر چکا ہے تو میں یہاں ہی نہ آنے دیتا۔۔ بہت پہلے ہوش کے ناخن لیتا۔۔" انہوں نے تلملا کر کہا تو عیشہ نے تڑپ کر دیکھا، کتنی نفرت و حقارت سے دیکھ رہے تھے۔ اس کا دل کانپا۔

"ہونہہ! تم میرے لیے مسئلہ ہو گی۔۔ عیشہ! تم میری بات کان کھول کر سن لو۔۔ تم جو اوٹ پٹانگ خوابوں کے محل تعمیر کر رہی ہو، وہ کبھی ممکن نہیں۔۔ اگر مجھے شادی ہی کرنا ہوتی تو کب کا کر چکا ہوتا۔۔ اور تمہیں شرم تو نہ آئی یہ سب سوچتے ہوئے۔۔ میرے سامنے یوں اپنا آپ آشکار کرتے ہوئے۔۔"

"شرم آ رہی ہے مجھے اس تصور سے ہی کہ جس لڑکی کو ابھی میں کم عمر لاابالی بچہ سمجھ رہا تھا، وہ میرے سامنے کھڑی میری آنکھوں میں دیکھتے "اظہار عشق" فرما رہی ہے۔۔"

وہ رو دی پھوٹ پھوٹ کر۔۔ کتنا غلط سمجھ رہے تھے وہ اسے۔۔ وہ اپنی ساری انا، خودداری، خوف کو پس پشت ڈالے صرف اور صرف فوزان کی خاطر ان کے سامنے آئی تھی اور وہ۔۔ اس کا دل تڑپ اٹھا۔

"آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔۔ بغیر کسی لالچ اور غرض کے۔۔ کب میں نے اظہار کیا ہے۔ میں فوزان کی بات کر رہی ہوں اور آپ۔۔" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی۔ شہباز حیدر نے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"شٹ اپ۔۔" انہوں نے اپنی مٹھی زور سے دبائی ورنہ ان کا دل چاہ رہا تھا کہ اس لڑکی کا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کر دیں۔

"بہت بڑی غلطی ہوئی مجھ۔۔ مجھے فوزان کے معاملے میں تم پر اتنا اعتبار نہیں کرنا چاہیے تھا، مجھے اپنی ذمہ داری خود نبھانی چاہیے تھی۔۔" ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا گلا دبا دیں، کیسے بے شرموں کی طرح اقرار کیا تھا۔

"پلیز شہباز۔۔ میرے ساتھ یوں پیش نہ آئیں۔۔ مجھے اتنی نفرت سے مت دھتکاریں، میں کب آپ کو مجبور کر رہی ہوں کہ میری محبت قبول کریں۔۔ کم از کم فوزان کے لیے تو اپنی زندگی میں اتنی جگہ دے دیں۔۔ قسم سے ساری زندگی کچھ نہیں مانگوں گی۔۔ مگر آپ کی نفرت نہیں سہہ سکتی۔۔ پلیز شہباز۔۔" وہ بالکل ان کے سامنے کھڑی رندھے لہجے میں کہہ رہی تھی، ان کا نام لینے پر ان کی برداشت آزما گئی تھی، وہ خود پر بمشکل کنٹرول کر رہے تھے، ان کا ہاتھ ایک دم اٹھا تھا۔

"شٹ اپ۔۔ جسٹ شٹ اپ۔۔ آئندہ میرے سامنے ایسی بکواس نہیں کرنا اور ہاں۔۔ میرا تم سے جو رشتہ ہے اسی حوالے سے پکارو گی۔۔ نام لیا تو حلق سے زبان کھینچ لوں گا۔۔" وہ منہ پر ہاتھ رکھے سسک رہی تھی، وہ تلملا کر اسے وارن کرتے بریف کیس اٹھا کر راستے میں پڑی ہر چیز کو ٹھوکر مارتے کمرے سے نکل گئے تھے۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے سسک سسک کر روتے وہیں پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔

❋ ❋ ❋

تو نے نفرت سے جو دیکھا تو مجھے یاد آیا
کیسے رشتے تیری خاطر یونہی توڑ آیا ہوں
کیسے دھندلے ہیں یہ چہرے جنہیں اپنایا ہے
کتنی اجلی تھیں وہ آنکھیں جنہیں چھوڑ آیا ہوں

سارا دن وہ اپنی کم مائیگی کا ماتم کرتی رہی تھی، رات تک اسے بہت تیز بخار ہو گیا تھا، وہ اس کے قدموں میں اپنی انا، اپنی خودداری، اپنی نسوانیت حمیت سب کچھ لٹا آئی تھی، یہ ایسا دکھ تھا جو اسے اندر ہی اندر کاٹ رہا تھا، جب تک بات دل میں تھی، وہ مطمئن تھی، خود کو بہلا لیا تھا مگر اب زبان سے ادا ہو چکی تھی تو دل کا روگ بن گئی تھی، اسے یہ دکھ نہیں تھا کہ اس نے اس کی محبت کو قبول نہیں کیا، اسے یہ دکھ تھا کہ اس نے انتہائی نفرت و حقارت سے اسے دھتکار دیا تھا۔ وہ تو مکمل لٹی تھی، تن من دھن سے سب کچھ لٹا آئی تھی۔۔ دونوں ہاتھوں سے خالی تھی۔۔ دکھ تھا کہ کم ہی نہیں ہو رہا تھا، کم مائیگی سب کچھ کھو دینے کا احساس کاٹ کھا رہا تھا۔۔ وہ مضمحل سی تھی، کھانے کے بعد وہ کمرے میں بند ہوئی تو ساری رات دہکتے انگاروں پر لوٹتی رہی۔۔ آگ بھبھرتے انگارے اسے سلگاتے رہے اور وہ سلگتی رہی، فوزان اس کے پاس بستر پر سویا ہوا تھا، مگر اسے کوئی چین، کوئی قرار نہ تھا، جوں جوں رات ڈھلتی جا رہی تھی، اس کے اعصاب جواب دیتے جا رہے تھے۔

صبح تک وہ بے جان سی ہو چکی تھی، فوزان کو اسکول جانا تھا، اس کی خاطر بستر سے اٹھی تھی، بمشکل اسے تیار کرا کر کمرے سے باہر بھیج کر وہ دوبارہ بستر پر لیٹ چکی تھی، بخار کی حدت، غم کی شدت سے سر چکرا رہا تھا۔ خاموشی سے کمبل سر تک تان لیا۔ شہباز حیدر تیار ہو کر نیچے آئے تو امی نے ٹرے تیار کر رکھی تھی، تایا جان نماز فجر کے بعد سو جاتے تھے، ان کا ناشتہ دس بجے ہوتا تھا، جبکہ حیدر صاحب اخبار دیکھ رہے تھے، وہ لیٹ آفس جاتے تھے، شہباز حیدر نے ان کے ساتھ والی کرسی سنبھالی۔ دوسری طرف تائی جان بیٹھی ہوئی تھیں۔

"آج عیشہ نے یونیورسٹی نہیں جانا۔۔" اچانک تائی جان کو خیال آیا تھا۔

"ہاں مجھے بھی خیال نہیں رہا۔۔ صبح سے وہ کمرے سے نہیں نکلی۔۔ رات کو بھی شام کو ہی کمرے میں گھس گئی تھی، صبح نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔۔ اور تو اور صبح پودوں کو پانی تو ضرور دیتی ہے۔۔ آج وہ بھی نہیں دیا۔۔" شہباز حیدر نے ایک نظر ماں کو دیکھا اور خاموشی سے ناشتہ کرتے رہے۔

"فوزان اسکول چلا گیا تھا۔۔؟" اچانک خیال آنے پر پوچھا۔

"ہاں وہ تو چلا گیا تھا۔۔ تیار شیار ہو کر باہر آیا تھا۔۔ کہہ رہا تھا کہ ماما کو بخار ہے۔۔ رات بھی کی طبیعت خراب تھی۔۔ خدا خیر کرے۔۔"

"جاؤ زلیخا دیکھو۔۔ عیشہ کیا کر رہی ہے۔۔" تائی جان نے فکر مندی سے کام والی کو کہا تو وہ چلی گئی، ابھی دو منٹ ہی گزرے تھے جب وہ بھاگی آئی۔

"بیگم صاحب۔۔ بیگم صاحب۔۔ عیشہ بی بی تو بے ہوش پڑی ہوئی ہیں۔۔ بخار سے تپ رہی ہیں۔۔ میں نے دو تین دفعہ بلایا بھی مگر ہوش نہیں آیا۔۔"

"یا اللہ۔۔ خدا خیر کرے۔۔ کیا کہہ رہی ہے تو زلیخا۔۔ اب اتنی خراب طبیعت بھی نہیں تھی بچی۔۔" تائی امی تو فوراً عیشہ کے کمرے کی طرف بھاگی تھیں، ان کے پیچھے امی اور حیدر صاحب بھی۔۔ شہباز حیدر جو نارمل ہی تھے۔۔ ان کے چہرے پر بھی پریشانی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

چھٹی۔۔ کل کے واقعے کے بعد انہوں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔۔۔ وہ بھی ڈرے ایک طرف دھکیل کر اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ وہ بے سدھ بستر پر پڑی ہوئی تھی تائی امی اس کے ہاتھ پیر سہلا رہی تھیں تو امی نے پانی لے کر اس کے منہ پر چھینٹے مار رہی تھیں۔

"بڑا تیز بخار ہے اسے۔۔۔ یا اللہ رحم کر۔۔" تائی جان تو بس رو دینے کو تھیں۔ وہ دروازے پر ہی رکے ہوئے تھے۔

"جاؤ زلیخا۔۔ ساتھ والے حامد صاحب کو بلا لاؤ، وہ اس وقت گھر پر ہوں گے۔۔۔ جلدی کرو۔۔" انہوں نے آگے بڑھ کر اس کی نبض چیک کی تھی، وہ دقت ابھرتی حالت تھی، وہ ایک دم گھبرا گئے تھے۔ زلیخا فوراً باہر بھاگی۔

"حامد صاحب ڈاکٹر تھے۔۔۔ اپنا بیگ لے کر فوراً آگئے۔۔۔ عیشہ کا بی پی چیک کرنے لگے۔۔

"بچی کا بی پی بری طرح لو ہے۔۔۔ بچی کی کنڈیشن بہت خراب ہے۔۔۔ اتنا لو بی پی۔۔۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ آپ اسے فوراً ہاسپٹل لے جائیں۔۔۔ ورنہ نروس سسٹم بھی متاثر ہو سکتا ہے۔۔"

ایک اور انجکشن لگا کر اس کا بی پی نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر دیر بعد ناکام ہو کر انہوں نے کہا تو تائی امی بلک بلک کر رونے لگیں۔

"ہائے میری بچی۔۔"

"بھابی آپ پریشان نہ ہوں۔۔۔ ہم اسے ہاسپٹل لے جائیں گے۔۔۔ شہباز! گاڑی نکالو" ابو نے تائی جان کو تسلی دی تھی۔

شہباز نے گاڑی نکالی تو ابو نے امی کی مدد سے اسے گاڑی میں ڈالا۔ عیشہ کو انتہائی نگہداشت والے روم میں لے جایا گیا تھا، وہ بالکل ہاتھ پیر چھوڑ چکی تھی، پانچ چھ گھنٹے بعد ڈاکٹر نے اسے خطرے سے باہر قرار دیا تھا۔۔۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی طبیعت سنبھلنے لگی تھی، رات گئے وہ ہوش میں آئی تھی، حواس میں آتے ہی رونے لگی تھی۔۔۔ بے اختیار بلک بلک کر، تائی جان، امی، مہوش بھابی اس کی دوسری والدہ ماجدہ بھی اسے سنبھالنے میں لگے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر نے اس کے پاس زیادہ رش کرنے سے منع کیا تھا۔۔ اگلے دن وہ کافی بہتر تھی، اسے روم میں منتقل کر دیا گیا تھا رونے کے بعد وہ خاموش ہو گئی تھی۔ سب نے اس کی خاموشی کو محسوس کیا تھا۔ واجد صاحب اس کا بھرپور خیال رکھ رہے تھے، بخار بھی قدرے بہتر تھا۔ فوزان جس نے پچھلا سارا دن عیشہ کے بغیر گزارا تھا، خاص طور پر رات کو اس نے شہباز حیدر کو بہت تنگ کیا تھا، وہ حقیقتاً پریشان ہو گئے تھے، ایک تو عیشہ کی اس قدر سیریس کنڈیشن ہو جانا۔۔۔ اوپر سے رات کو فوزان کا رویہ وہ انتہائی ڈسٹرب ہو گئے تھے۔ عیشہ سے انہیں کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی، مگر وہ جس حماقت کا مظاہرہ کر رہی تھی، اس کے جواب میں ایسی ہی حماقت سرانجام دینا انہیں قابل قبول نہ تھا۔

اگلے دن فوزان بار بار عیشہ کے پاس جانے کی ضد کر رہا تھا، اس نے سکول سے چھٹی کی تھی، دس بجے کے قریب شہباز حیدر فوزان کو ہاسپٹل لے آئے تھے، اس وقت عیشہ کے پاس واجد صاحب کے علاوہ تائی امی تھیں۔ جس وقت وہ کمرے میں داخل ہوئے تھے، عیشہ آنکھوں پر بازو لپیٹے لیٹی ہوئی تھی، تائی جان کرسی پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں، اسے دیکھ کر مسکرائیں۔۔۔ شہباز حیدر نے سلام کیا تو بھی عیشہ نے بازو نہ ہٹائے۔

"ماما۔۔۔ ماما۔۔" فوزان نے آگے بڑھ کر عیشہ کا بازو جھنجھوڑا تو اس نے تڑپ کر بازو ہٹایا۔

"فوزی۔۔۔ تم۔۔۔ اوہ میری جان۔۔۔" وہ اگلے ہی لمحے اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی تھی، شہباز حیدر نے اس پر نگاہ ڈالی، وہ زرد کملایا ہوا چہرہ تھا مگر بہت محبت سے وہ فوزان کو بازو کے گھیرے میں لے کر اس کے منہ پر پیار کر رہی تھی، ان کے دل میں کوئی چیز کھٹک ہوئی۔

"سکول نہیں گئے۔۔۔" وہ پوچھ رہی تھی۔

"میں نے آپ کے پاس آنا تھا۔۔"

"بری بات اچھے بچے سکول سے چھٹی نہیں کرتے۔۔۔ آپ شام کو آجاتے۔۔۔ میں نے بھی اپنے فوزی کو بہت مس کیا تھا۔۔" وہ بہت لاڈ سے اسے کہہ رہی تھی۔ فوزان اس کے بستر پر چڑھ کر بیٹھ گیا تھا، وہ اسے کل سارے دن کی روداد سنا رہا تھا، گزری رات کے متعلق بتا رہا تھا، تائی امی سے باتیں کرتے شہباز حیدر کا سارا دھیان اسی کی طرف تھا۔

"رات کو کس کے پاس سوئے تھے۔۔" عیشہ کی آواز پر شہباز نے دیکھا فوزان اس کے پہلو میں لیٹا ہوا تھا، وہ بہت محبت سے اس کے بال سنوار رہی تھی۔ ان کا سارا دھیان فوزان کے چہرے کی طرف تھا۔

"پاپا کے پاس۔۔۔ مجھے آپ کے بغیر نیند نہیں آئی تھی۔۔۔ پھر پاپا دادو کے پاس لے کر گئے تھے، پھر انہوں نے کہانی سنائی تھی اور میں سو گیا۔۔"

"ہوں۔۔۔" عیشہ نے سر اٹھا کر دیکھا، شہباز حیدر کی نظروں کا زاویہ بدلا۔

"اچھا تائی امی میں چلتا ہوں۔۔۔ کسی سے ملنا ہے، واپسی میں فوزان کو لے جاؤں گا۔۔" عیشہ نے خاموشی سے شہباز حیدر کو دادی اماں سے بات کرنے کے بعد باہر نکلتے دیکھا تھا۔ پھر اس نے سرہانے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔

"آپ مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں شہباز۔۔۔ میں مر جاؤں گی۔۔" وہ سسک پڑی۔ سارا دن فوزان اس کے پاس رہا تھا، شام کو کھانا قیوم چچا لے کر آئے تھے، کھانا کھانے کے بعد فوزان اس کے پاس ہی بستر پر لیٹ گیا تھا۔ قیوم نے فوزان کو لے جانا چاہا تھا مگر وہ نہیں گیا تھا۔۔ وہ اکیلے ہی واپس چلے گئے تھے، اس وقت وہ آنکھیں موندے لیٹی ہوئی تھی جبکہ دادی جان نماز پڑھ رہی تھیں، فوزان سو گیا تھا، شہباز حیدر کمرے میں داخل ہوئے تو رک گئے۔۔۔ سارا دن وہ اپنے کام کے سلسلے میں مصروف رہے تھے، ان کا خیال تھا فوزان گھر چلا گیا ہوگا، قیوم نے انہیں فون کر کے فوزان کے نہ آنے کا کہا تھا، اسی لیے وہ یہاں آئے تھے مگر اس وقت وہ عیشہ کے ساتھ بستر پر لیٹا سو رہا تھا۔

"فوزان۔۔" انہوں نے بستر کے قریب آکر آواز دی تو عیشہ نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ نظریں سیدھی ان کی آنکھوں سے ٹکرائی تھیں، کتنی شکایتی نگاہیں تھیں، شہباز نے لب بھینچ لیے، عیشہ نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔

"یہ تو سو گیا ہے۔۔" فوزان کو دیکھ کر انہوں نے کہا تو وہ چپ رہی۔

"کیسی طبیعت ہے اب تمہاری۔۔؟" انہیں بھی شاید خیال آ ہی گیا تھا، وہ خفگی سے دیکھ کر سر جھکا گئی۔

"بخار اترا۔۔" بے بسی سے اس نے گہرا سانس لیتے اس نے گردن ہلا دی۔ وہ بہت چاہنے کے باوجود ان کے رویے پر بھی ان سے بے اعتنائی نہیں برت سکی تھی۔

"تائی امی تو نماز پڑھ رہی ہیں۔۔۔ مجھے اب چلنا چاہیے۔۔۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔۔"

"فوزی اٹھو۔۔ گھر چلیں۔۔" انہوں نے فوزی کو اٹھانا چاہا تو اس نے روک دیا۔

"پلیز اس کو سونے دیں۔۔۔ اس کی نیند خراب ہوگی۔۔"

"مگر میں اسے یہاں بھی نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔ تم تو شاید کل ڈسچارج ہوگی۔۔"

"تو آپ اسے ایسے ہی اٹھا کر لے جائیں۔۔۔ یا اٹھنے کے بعد یہاں آنے کی ضد کرے گا۔۔" اس نے الجھے لہجے میں کہا تو وہ خاموشی سے اسے اٹھانے لگے تبھی ان کا ہاتھ عیشہ کے دہکتے بازو سے چھوا تھا، یوں لگا جیسے دہکتے انگاروں کو چھو لیا ہو، انہوں نے ایک دم رک کر اسے دیکھا۔

"تمہیں تو ابھی بھی بہت تیز بخار ہے۔۔" فوزان کو اٹھانے کے بجائے فکرمندی سے پوچھا تو وہ ہنس دی۔

Famous Urdu Novels

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔ مرنے والی تو پھر بھی نہیں۔۔"

وہ خود اذیتی کی حد پر تھی، انہوں نے لب بھینچ لیے، ایک دم احساس ندامت نے آگھیرا۔ وہ ان کی وجہ سے اس حال کو پہنچی تھی، انہیں احساس تھا مگر۔۔۔

"نیمعہ پلیز۔۔" انہوں نے اسکی دکھتی کلائی پر ہاتھ رکھا تو اس نے سرعت سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"پلیز اپنے بیٹے کو لے کر جائیں یہاں سے۔۔۔ مجھ پر یہ مہربانیاں نہ کیا کریں۔۔۔ میرا دل خوش فہمیوں میں مبتلا ہونے لگ جاتا ہے۔۔۔ بہت نفرت کرتے ہیں آپ مجھ سے۔۔۔ میں اسی قابل ہوں۔۔۔ جائیے یہاں سے۔۔۔ نہیں مرنے والی میں۔۔۔" دھیمی بجھی سلگتی آواز تھی، وہ بغیر آواز پیدا کیے ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بلک بلک کر رونے لگ گئی تھی، وہ اسے کچھ کہنا چاہتے تھے کوئی جملہ کے لبوں پر آتے آتے رہ گیا۔ تائی جان کی موجودگی کا خیال کرتے انہوں نے ایک تیز قابل رحم نظر اس پر ڈال کر فوزان کو اٹھایا اور وہ کمرے سے باہر نکل گئے تھے مگر وہ مسلسل رو رہی تھی، تکیے میں منہ چھپائے شدت سے آنسو بہا رہی تھی۔

* * *

وہ ہاسپٹل سے آنے کے بعد دو دن دادی جان کے ہاں رہی، پھر اپنا سامان لے کر واجد صاحب کے ہاں چلی آئی، دادی کے برعکس اس کے تینوں بہن بھائی اس سے بے پناہ محبت کرتے تھے، وہ ڈاکٹر ان کے بے پناہ اصرار پر ان کے ہاں آ کر رہ رہی تھی، اب بھی خود کو پرسکون کرنے کو چلی آئی کہ یہاں بہت کم شہباز حیدر سے سامنا ہوتا تھا اور ہر بار وہ نئے سرے سے ادھر جاتی تھی، اس کے دل کو جو ٹھیس پہنچی تھی وہ خود دل کو جو ڈر رہی تھی، اس لیے ادھر آ گئی۔ یونیورسٹی بھی یہاں سے چلی جاتی تھی۔ شہباز حیدر نے اسے بری طرح نفرت سے دھتکارا تھا، اندر کی یہ تکلیف کم ہی نہیں ہو پا رہی تھی، ادھر آ کر بہن بھائیوں میں الجھ کر خود کو سنبھالنے کی کوشش میں تھی۔

فوزان اس کے بغیر کیسے رہ رہا ہے، رات کو کس کے پاس سوتا ہے، وہ فی الحال یہ نہیں سوچنا چاہتی تھی، بس اپنے آپ کو سمیٹ رہی تھی کہ ایک شام قیوم چچا جو اسے لینے چلے آئے۔

"گھر چلو سب تمہیں بہت مس کر رہے ہیں۔۔۔ خاص طور پر فوزان تمہارے بغیر کسی اور کے قابو میں نہیں آ رہا۔۔۔ بہت مشکل ہے اسے سنبھالنا۔" انہوں نے آنے کی وجہ بتائی۔

"کیوں۔۔۔؟ اس کے پاپا تو اس کے پاس ہی ہیں۔۔۔"

نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ تلخ ہو گیا، وہ ہنس دیے۔ "وہ اپنے پاپا سے زیادہ تم سے اٹیچ ہے۔۔۔ سارا دن تو اسے بہلا لیتے ہیں مگر رات کو اسے سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔۔۔ نجانے تم اسے کیسے سلاتی ہو۔۔۔ رو رو کر سارا گھر سر پہ اٹھا لیتا ہے۔" انہوں نے بتایا تو جان بوجھ کر بے حس بن گئی۔

"اب ساری عمر تو میں اس کے ساتھ رہنے سے رہی۔۔۔" اس کے لبوں سے تلخی سے پھسلا، وہ مسکرا دیے۔

"وہ بعد کی بات ہے۔۔۔ جب تمہاری شادی ہو گی تو دیکھا جائے گا۔۔۔" وہ ان کا چہرہ دیکھے گئی، دماغ میں شہباز حیدر کے جملے سنسناتے رہے۔

"میں ابھی تو نہیں جاؤں گی۔۔۔ پہلی دفعہ کچھ عرصہ یہاں رہنے آئی ہوں، بلکہ پورا ہفتہ رکنے کا ارادہ ہے۔۔۔ فوزان کے پاپا کس مرض کی دوا ہیں۔۔۔ وہ اپنے بیٹے کو سنبھالیں۔۔۔ پھر اس کی دادی، چاچی بھی ہیں۔۔۔" اس نے مسکرا کر کہا تھا۔

"وہاں سب ہیں مگر تم تو نہیں۔۔۔"

"کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔" ایک لمحے کو وہ آزردگی کا شکار ہوئی، پھر سنبھلی۔

"میں کچھ دن رہوں گی پھر گھر آ جاؤں گی۔۔۔ پلیز۔۔۔" فوزان کی حمایت میں وہ اس قدر گری تھی، اور اب اسے خود پر بند باندھنے تھے۔۔۔ وہ نہیں گئی تھی، مزید دو دن گزرے تھے، اس رات کھانے کے بعد وہ سب چائے پی رہے تھے، جب شہباز حیدر چلے آئے، پورے سات دنوں بعد سامنا ہو رہا تھا، یوں لگ رہا تھا کہ جیسے صدیوں بعد دیکھ رہی ہو۔۔۔ وہ اپنی اسی کیفیت پر کنفیوز ہو گئی، سلام دعا کے بعد وہ بالکل بت کی طرح بیٹھی رہی۔

"نیمعہ۔۔۔ تم اپنا سامان تیار کر لو۔۔۔ میں تمہیں لینے آیا ہوں۔۔۔" چائے کے بعد انہوں نے اس کی طرف رخ کر کے کہا تو وہ چونکی، حیران ہو کر ان کا سنجیدہ چہرہ دیکھا، وہ تو سمجھی تھی کہ وہ ویسے ہی ابو سے ملنے آ گئے ہیں مگر۔۔۔

"جی۔۔۔؟"

"فوزان کی طبیعت بہت خراب ہے۔۔۔ دو دن سے بخار رہنے لگا ہے۔۔۔ سکول بھی نہیں جا رہا۔۔۔ ڈاکٹر کو روز دکھا رہا ہوں مگر وہ تمہیں بہت مس کر رہا ہے۔۔۔ تم اسی وقت چلو۔۔۔ پھر بھی رہنے آ جانا۔" انہوں نے تفصیلی بتایا تو وہ ہونٹ دانتوں تلے دبا گئی۔ فوزان سے دور رہنے کی خود ہی انہوں نے سزا تجویز کی تھی اور خود ہی اب۔۔۔ اندر ہی اندر فوزان کی طبیعت کا سن کر پریشان بھی ہوئی، دکھی بھی خود سے اس سے اگلے دن دور نہیں رہ رہی تھی، نجانے کیسے اپنے دل کو مار رہی تھی، صرف اور صرف اس شخص کی وجہ سے مگر اب دل فوزان کے پاس اڑ کر پہنچ جانے کو مچل اٹھا تھا۔

"بہت زیادہ طبیعت خراب ہے اس کی۔۔۔" فکرمندی اس کے چہرے پر عیاں ہوئی تھی۔

"ہوں۔۔۔ اسی لیے تو آیا ہوں۔۔۔" انہوں نے بے تاثر لہجے میں بتایا تو وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔

"میں فوزان کی وجہ سے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمہیں میں تمہاری باتوں سمیت نظر انداز کر رہا ہوں۔۔۔ تم فوزان کو سمجھاؤ۔۔۔ آہستہ آہستہ وہ سنبھل جائے گا۔" راستے میں وہ کہہ رہے تھے، وہ جو خوش فہم ہو رہی تھی کہ شاید دل میں کہیں نرم گوشہ بیدار ہو گیا ہو، مگر اس کے اندر کچھ ٹوٹ گیا، آنکھیں بے وقعتی پر بھر آئیں۔

"روکیں گاڑی یہاں۔۔۔ مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ۔۔۔" اپنی اس بے قدری پر وہ چپ نہ رہ سکی، بھرائی آواز میں کہا تو شہباز حیدر نے اسے گھورا۔

"وہ آپ کا بیٹا ہے۔۔۔ سمجھائیں آپ خود اسے۔۔۔ میرے کندھے پر رکھ کر کیوں بندوق چلا رہے ہیں۔۔۔ آپ کو تو ذرا بھی خدا کا خوف نہیں، کوئی یوں بھی کسی کے جذبات سے کھیلتا ہے۔۔۔" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔ شہباز حیدر خود کو خاصا بے بس محسوس کرنے لگے، سمجھ نہ آئی کہ وہ اس نالائق جذباتی دیوانی لڑکی کو کیسے سمجھائیں۔ اپنی تلخی کا نتیجہ دیکھ چکے تھے جبکہ نرمی۔۔۔" انہوں نے سر جھٹکا۔

"میں اسی لیے قیوم چاچا کے ساتھ نہیں آئی تھی اور اب آپ۔۔۔" اپنے آنسو صاف کرتے بے حس بنے شہباز حیدر کو دیکھا۔

"مجھے ایک ہی دفعہ جان سے مار دیں۔۔۔ یوں قسطوں سے مارنے کا مزہ کیوں لے رہے ہیں۔" وہ رو پڑی، شہباز حیدر نے لب دانتوں تلے دبا لیے، ان کا کوئی بھی غیر متوقع جذباتی جملہ اس کم عقل لڑکی کو مزید بکھیر سکتا تھا۔

"میں نے جان بوجھ کر محبت نہیں کی تھی، یہ جذبے تو خود دل میں جگہ بنا لیتے ہیں۔۔۔ مجھے اندازہ ہوتا کہ ان جذبوں کی سزا فوزان سے دوری ہے تو خود کو روک لیتی مگر۔۔۔ بہت روکا تھا۔۔۔ یہ دل کب مانا تھا۔۔۔" شہباز حیدر کو لگ رہا تھا کہ ان کا ضبط جواب دے رہا ہے۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"میں آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگوں گی۔۔۔ پلیز فوزان کو مجھ سے دور نہیں کریں۔۔۔" آنسو بھری آنکھوں سے وہ اس کے سامنے التجائیہ بیٹھی تھی، شہباز حیدر نے خاموشی سے ایک گہری سانس کھینچی، پھر اس کے بعد گھر آنے تک ایک طویل خاموشی تھی۔ وہ گھر آئی تو فوزان کی حالت دیکھ کر مجرم سی بن گئی۔۔۔ اسے خود پر ندامت ہوئی۔۔۔ شکایتی نظروں سے شہباز حیدر کو دیکھا، جو خود نظریں چرا گئے تھے۔۔۔ وہ مزید تلخ ہوئی۔

"کیا ہوا تھا میرے فوزی کو۔۔۔" اسے ساتھ لگائے اس نے محبت سے پوچھا تو وہ رونے لگا۔

"ماما کہاں تھیں آپ۔۔۔ پاپا کہہ رہے تھے آپ چلی گئی ہیں۔۔۔ واجد انکل کے پاس، اب نہیں آئیں گی۔۔۔ کیوں گئی تھیں آپ۔۔۔ آپ کو پتا ہے میں آپ کے بغیر نہیں رہتا۔۔۔" لاؤنج میں اس وقت بھی موجود تھے، اس نے شکوے سے شہباز حیدر کو دیکھا، وہ منہ پھیر گئے تو عیشہ واجد کا دل بجھ بجھ جانے لگا۔

"اب آ گئی ہوں۔۔۔ اب نہیں جاؤں گی۔۔۔ آپ تو میری جان ہو، اپنی فوزی کو چھوڑ کر میں کہیں جا سکتی ہوں۔۔۔ بس آپ جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔" اس نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا تو وہ مسکرایا۔

"میرے پاس ہمیشہ رہیں گی نا۔۔۔ کہیں نہیں جائیں گی نا۔۔۔" معصومیت سی معصومیت تھی۔ عیشہ نے والہانہ پن سے اس کی پیشانی چومتے اسے گلے لگایا تھا۔

"میری جان۔۔۔ میرا فوزی۔۔۔" لاؤنج میں موجود سبھی افراد اسے فوزان کے ساتھ لاڈ کرتے دیکھ کر مسکرا دیے تھے۔

* * *

کس طرف جاؤں، یہ سوچتی ہی رہی
ان گنت راستے اور اکیلی تھی میں
بارہا آئے ایسے مراحل کہ جب
[illegible] کے ساتھ تھے [illegible] اکیلی تھی میں

فوزان کی بیماری نے اسے ایک لمحہ سمجھا دیا تھا کہ شہباز حیدر چاہے جتنا مرضی دھتکار لیں، جتنی مرضی نفرت کا اظہار کر لیں، اپنے بیٹے کی وجہ سے اسے برداشت کرنے پر مجبور ہیں، اسی مجبوری نے اس کے اندر نئی توانائیاں بھر دی تھیں، شہباز حیدر کو یکسر نظر انداز کیے وہ ہر وقت فوزان کی ذات میں الجھی رہتی تھی۔ شہباز حیدر تک پہنچنے کیلئے فوزان وہ سیڑھی تھی، جس کے ذریعے وہ با آسانی اپنی منزل پا سکتی تھی۔ ابھی دنوں اس کے لیے ایک پرپوزل آیا تھا، دادا جان کے دوست کا بیٹا تھا۔ امریکہ سے ہائلی کوالیفائیڈ تھا، پاکستان میں ہی اپنی کنسٹرکشن کمپنی میں اچھی خاصی پوسٹ پر کام کر رہا تھا، اب کو یہ پرپوزل بہت مناسب لگا تھا، وہ خاموشی سے سب دیکھتی رہی۔ ابھی تو وہ خود کو نئے سرے سے جوڑ رہی تھی، اور اب یہ نئی مشقت۔۔۔ دل کو بہت کچھ ہوا مگر وہ لب سے رہی۔ وہ لوگ آئے اور اسے دیکھ کر او کے کر گئے، انہیں عیشہ بہت پسند آئی تھی۔۔۔ وہ صورتحال اور اس قدر تیزی سے بدلتے دیکھ کر سن سی ہو گئی۔ وہ اس طوفان کو روکنا چاہتی تھی، مگر کچھ نہ کر پا رہی تھی، اس رات فوزان کے سونے کے بعد وہ ساری رات پریشانی سے ٹہلتی رہی مگر کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ اگلے دن ان لوگوں کی طرف سے بلاوہ بھی آ گیا کہ جب چاہیں رسماً آ جائیں، وہ مزید پریشان ہو گئی۔ وہ تین دن اسی پریشانی میں گزرے تھے، ادھر سے بھی چند لوگ جا کر دیکھ آئے تھے۔۔۔ لڑکا انہیں بھی بہت پسند آیا تھا، تقریباً دونوں کی جانب سے ہی معاملہ سیٹ ہی تھا۔۔۔ بس رسم ہونا باقی تھی، شادی عیشہ کے ایم ایس سی کے بعد فائنل تھی، وہ حالات کو اس قدر تیزی سے بدلتے دیکھ کر ہل گئی۔ بہت سوچ سمجھ کر اس نے محسن جاوید (لڑکے) سے ملنے کا ارادہ کیا تھا، یونیورسٹی سے واپسی پر وہ سیدھی اس کے آفس پہنچی تھی۔

آفس کا ایڈریس اس نے باتوں ہی باتوں میں مہوش بھابی سے لیا تھا۔ اچھی خاصی بڑی کمپنی کے چیف ایگزیکٹو کی پوسٹ پر موصوف فائز تھے، وہ کنفیوز سی تھی، اس کی سیکرٹری سے اندر اطلاع بھجوا کر انتظار کرنے لگی۔۔۔ دو تین منٹ بعد اسے اندر بلا لیا گیا تھا۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس کے آفس میں داخل ہوئی۔

"السلام علیکم۔۔۔" اتنا بڑا قدم زندگی میں پہلی مرتبہ اٹھا رہی تھی، سو گھبراہٹ لازمی تھی۔

"وعلیکم السلام۔۔۔ پلیز آیئے۔۔۔ تشریف رکھیے۔" محسن جاوید نے اٹھ کر اسے ویلکم کیا تھا، وہ خاموشی سے مخمل کے سامنے پڑی کرسیوں میں سے ایک پر ٹک گئی۔

"میں عیشہ واجد ہوں۔۔۔" اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر بتایا۔

"جی میں جانتا ہوں۔۔۔" عیشہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا تو وہ فوراً بولا۔

"دراصل امی کے پاس آپ کی تصویر دیکھی تھی، آپ یہاں۔۔۔ خیریت۔۔۔" وہ سر جھکا گئی۔

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنا تھی۔۔۔" اس نے ہمت کی۔

"جی کیوں نہیں۔۔۔ پہلے یہ بتائیں کیا لینا پسند کریں گی۔۔۔" انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر اس سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پلیز اس تکلیف کو رہنے دیں۔۔۔ میں یونیورسٹی سے سیدھی آئی ہوں، مجھے گھر بھی جانا ہے۔۔۔"

"مگر کچھ تو ہونا چاہیے نا۔۔۔" وہ مصر ہوا۔

"مجھے حاجت نہیں۔۔۔ ورنہ میں آپ کو منع نہ کرتی۔۔۔"

"او کے۔۔۔ ایز یو وش۔۔۔" اس نے ریسیور واپس رکھ دیا۔

"جی کہیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی۔" عیشہ کا نارمل انداز دیکھ کر وہ بھی فوراً موضوع کی طرف آیا تھا۔ "آپ کو علم تو ہو گا آپ کی اور ہماری فیملی کس سلسلے میں سوچ رہی ہے۔۔۔ دیکھیں محسن صاحب ابھی آپ کو کسی بھی قسم کے اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتی۔۔۔ میں آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"جی۔۔۔؟" عیشہ کے نارمل رویے پر وہ الجھا ضرور تھا، اندازہ تھا کہ یہ بات ہو گی۔

"اس کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔۔؟" اس نے سنجیدگی سے عیشہ کے چہرے کو دیکھا تو وہ گردن ہلا گئی۔

"میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں۔۔۔ مجھے نہیں پتا وہ شخص میرے مقدر میں ہے یا نہیں مگر میں کسی اور شخص کی بھی زندگی تباہ نہیں کرنا چاہتی۔۔۔ چاہے وہ آپ ہی کیوں نہ ہوں۔۔۔ میری محبت یکطرفہ ہے۔۔۔ اس کے باوجود میں آپ سے شادی نہیں کروں گی۔۔۔" وہ آہستگی سے سب کہہ گئی تھی، وہ خاموشی سے عیشہ واجد کو دیکھے گیا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرے جذبات سے میری فیملی لاعلم ہے۔۔۔ میں اگر آپ کے پرپوزل سے انکار کرتی تو انہوں نے وجہ پوچھنی تھی، میرے پاس اپنی یکطرفہ محبت کا کوئی جواز نہ تھا، کہ جس کو بنیاد بنا کر میں انکار کرتی۔ اسی لیے آپ کو حقیقت کا بتانا ضروری سمجھا ہے۔ آپ میرے جذبوں سے باخبر ہونے کے باوجود اپنے والدین کی بات مانیں گے تو آپ کو مجھ سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔۔۔ پلیز ٹھنڈے دل سے ضرور سوچیے گا، میں آپ کے جواب کی ضرور منتظر رہوں گی۔۔۔" نم آلود آنکھوں، بھرائی ہوئی آواز میں کہہ کر وہ وہاں رکی نہیں تھی، چلی آئی تھی۔ آنکھوں میں نمی رویے میں جذب کرتے وہ بلڈنگ سے باہر نکل کر سڑک کراس کرنے کا سوچ رہی تھی جب سیاہ گاڑی تیزی سے اس کے قریب رکی تھی۔ "عیشہ۔۔۔" شہباز حیدر کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کو ساکت رہ گئی تھی، وہ بھی شاید حیران تھا اسے یہاں دیکھ کر۔۔۔ وہ یونیورسٹی کے علاوہ کہیں اور بغیر بتائے اور اکیلی جاتی بھی نہ تھی۔

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"تم یہاں۔۔۔ خیریت۔۔۔" وہ پوچھ رہے تھے۔ انداز سخت تھا۔۔۔ وہ بوکھلا گئی، کبھی جھوٹ بولنے کی نوبت ہی نہ آئی تھی مگر اب۔۔

"وہ میری ایک دوست کی بہن اس بلڈنگ میں جاب کرتی ہے۔ اسی کے ساتھ آئی تھی۔۔" اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔ شہباز حیدر نے چند ثانیے اسے بغور دیکھا تو وہ مزید کنفیوز ہو گئی۔

"بیٹھو۔" انہوں نے فرنٹ ڈور کھول دیا تھا، وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"آپ۔۔۔ یہاں کیا کر رہے تھے۔" گاڑی میں خاموشی تھی، اس نے گھبرا کر پوچھا۔

"کام تھا ایک۔۔۔ ملنا تھا کسی سے مگر۔۔۔" اس کا 'مگر' اتنا معنی خیز تھا کہ پھر وہ چپ رہی اور یہ چپ باقی سارا راستہ برقرار رہی تھی۔ گھر آ کر وہ کاموں میں مصروف ہو گئی۔ اگلے دو دن تک اس کی جان سولی پر لٹکی رہی، وہ محسن جاوید کے جواب کی منتظر تھی، پھر اسے زیادہ انتظار بھی نہ کرنا پڑا۔۔۔ رات کا وقت تھا، فوزان کو سلا کر وہ دودھ کا خالی گلاس کچن میں رکھنے کمرے سے نکلی تھی، جب راہداری سے گزرتے فون کی بیل بجی، اس نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔

"ہیلو۔"

"عیشہ ہیں۔۔۔؟" دوسری طرف سے کوئی پوچھ رہا تھا۔ "جی بول رہی ہوں مگر آپ کون۔۔۔؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تھینک گاڈ آپ سے بات ہو گئی۔۔۔ میں کل سے کئی بار آپ کا نمبر ملا چکا ہوں مگر ہر بار کسی اور کی آواز سننا پڑتی تھی۔۔۔ میں محسن جاوید بات کر رہا ہوں۔۔۔ کیسی ہیں؟" انتہائی بے تکلفی سے کہا جا رہا تھا۔ عیشہ نے ایک گہری سانس کھینچی۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔ آپ سنائیے۔"

"الحمدللہ۔۔۔ عیشہ آپ نے مجھے فیصلہ کرنے میں مدد دی ہے۔۔۔ آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔۔۔" وہ کہہ رہا تھا، وہ چونکی، حیرت بھی ہوئی۔

"مگر کیوں۔۔۔"

"میں بھی آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔ دراصل میری کسی اور سے کمٹمنٹ ہے، مگر گھریلو چپقلش کی وجہ سے امی ابو نہیں مان رہے تھے، پھر آپ کی طرف سلسلہ چل نکلا، میں نے بہتیری کوشش کی۔۔۔ بعد میں ہتھیار ڈال دیے تھے، اس دن آپ کی باتوں نے مجھے حوصلہ دیا، غیرت دلائی، اگر آپ لڑکی ہو کر اپنے لیے کوشش کر رہی ہیں اور میں مرد ہو کر والدین کو نہیں منا سکتا۔۔۔ بس گھر جا کر میں نے یہ حربہ استعمال کیا، جس سے امی ابو مان گئے تھے۔۔۔ کل وہ لوگ آپ کے ہاں انکار کرنے آئیں گے۔۔"

"تھینک یو سو مچ محسن صاحب۔۔۔" اس کی آواز بھر آ گئی۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ خوش نصیب جس کیلئے آپ اسٹینڈ لے رہی ہیں کون ہے؟"

"کیا کریں گے آپ جان کر۔۔۔" وہ خود اذیتی سے مسکرائی۔ "یکطرفہ جذبات میں جن کا فریق ثانی پر کوئی اثر نہیں۔۔۔ اور شاید ساری زندگی بھی نہ ہو۔۔۔ بس میں اپنے ساتھ سنسیئر رہنا چاہتی ہوں تاکہ مجھے کوئی ملال نہ رہے کہ ڈوبنے سے پہلے میں نے ہاتھ پاؤں نہیں مارے تھے۔" اس کا لہجہ خود بخود آزردہ ہو گیا۔

"اوہ ویری سیڈ۔۔۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔۔۔ کسی بھی قسم کی مدد کی صورت میں آپ مجھے کہہ سکتی ہیں۔۔۔" وہ پورے خلوص سے کہہ رہا تھا، وہ ہنس دی۔

"شکریہ۔۔۔" وہ مسکرائی، پھر دو تین باتیں مزید کیں، پھر فون بند کر کے وہ کچن میں گلاس رکھ کر واپس لوٹی تو کاریڈور سے

گزرتے اس کی لاؤنج میں بیٹھے شہباز حیدر پر نگاہ پڑی۔ وہ ٹی وی دیکھ رہے تھے، انہوں نے بھی پلٹ کر دیکھا تو وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔۔۔ نجانے کس خیال سے دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔

* * *

اک پاکیزہ محبت کے طلبگار تھے ہم
آزما کے دیکھئے بہت وفادار تھے ہم
ہم نے بھی دامن میں خوشیوں کو سمیٹنا چاہا
شاید اسی خواہش کے گنہگار تھے ہم

محسن جاوید کے والدین نے فون کر کے اس رشتے سے معذرت کر لی تھی، بات ہی ایسی تھی کہ کتنے دن تک گھر والے الجھ رہے تھے، چند دن زور و شور سے اس موضوع پر تبصرے بھی ہوئے مگر پھر رفتہ رفتہ سب بھول گئے، کچھ دن مزید سرکے تو تائی جان کو اب اٹھتے بیٹھتے عیشہ کے رشتے کی فکر ستانے لگی۔۔۔ وہ کوئی کم عقل، کم صورت، جاہل لڑکی نہ تھی کہ رشتے میں پریشانی ہوتی، مگر محسن جاوید کی فیملی کے انکار کے بعد وہ خوامخواہ ہی اتنا سیریس ہو سوچنے لگی تھیں۔ انہوں نے کئی لوگوں سے عیشہ کے رشتے کا کہہ رکھا تھا۔ عیشہ سب دیکھ رہی تھی مگر خاموش تھی، اس نے سوچ لیا تھا کہ کچھ بھی ہو وہ شہباز حیدر کے علاوہ کسی اور کی زندگی میں داخل نہیں ہو گی، اس کے پاس انکار کا بہت اچھا جواز فوزان کی صورت میں موجود تھا، سو مطمئن تھی۔ اس دن بھی وہ یونیورسٹی سے واپس لوٹی تو مہوش نے اسے اسی طرح ڈریس اپ ہو کر ڈرائنگ روم میں چلنے کا کہا تھا، وہ جو ابھی لوٹی تھی، اسی نئے رشتے کے متعلق سن رہی تھی، اب سامنے یہ مصیبت دیکھ کر اس کے اعصاب جھنجھلا اٹھے۔

"مہوش پلیز۔۔۔ ضروری ہے کیا۔۔۔؟" اس کے منہ بنانے پر وہ ہنس دیں۔

"ہاں بہت زیادہ۔۔۔ دو گھنٹے سے وہ لوگ آئے بیٹھے ہیں، چائے وغیرہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔۔۔ بس تم چینج کر کے فوراً آ جاؤ۔۔۔" اس کے رخسار پر چٹکی بھر کر مسکرا کر وہ چلی گئیں، وہ اب بھی کھڑی رہی۔۔۔ پھر بجائے کپڑے بدلنے کے وہ اندر چلی گئی، موڈ آف تھا، سو اسی انداز میں سلام کیا۔۔۔ وہ عورتیں ایک لڑکی اور دو مرد تھے۔ لڑکی اس سے مختلف سوال کرتی رہی، جنہیں وہ آف موڈ کے ساتھ جواب دیتی رہی، پھر جیسے ہی اس کی جان چھوٹی وہ اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔۔۔ واجد صاحب نے اپنی ساری ذمہ داری اپنے والدین پر چھوڑ رکھی تھی، عیشہ کے اندر دادا کے سامنے انکار کرنے کی ہمت نہیں تھی، اوپر سے شہباز حیدر کے رویے۔۔۔ جب وہ اسے بری طرح نظر انداز کرتے تو اس کا دل لہولہان ہونے لگتا تھا، کوئی رازداں نہ تھا، جس سے وہ کہہ سن کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی۔۔۔ اور جو باخبر تھا وہ ایک نظر ڈالنا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ ادھر سے یہ لوگ بھی جا کر لڑکا لے آئے تھے، لڑکا بینک منیجر تھا۔۔۔ خاندان بھی بہت پسند آیا۔۔۔ چونکہ بالکل انجان اور غیر لوگ تھے، سو عبداللہ صاحب کوئی بھی حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے خوب چھان پھٹک کروا لینے کے حق میں تھے، انہوں نے جانچ پڑتال کی ذمہ داری شہباز حیدر کے سپرد کی تھی، عیشہ کو علم ہوا تو کلس کر رہ گئی۔

محسن جاوید کو اس نے کسی طرح انکار پر آمادہ کر لیا تھا مگر اب کیا کرے۔۔۔ اسے کوئی راہ سجھائی نہ دے رہی تھی۔ رات فوزان شہباز حیدر کے پاس تھا، کھانے کے بعد وہ اسے اوپر لے گئے تھے، عیشہ کا خیال تھا کہ وہ خود ہی چھوڑ جائیں گے، اب وہ اسے رات کو اپنے پاس سلانے کی غلطی نہیں کرتے تھے مگر آج رات گیارہ بجے تک وہ اسے چھوڑنے نہ آئے تو وہ الجھ گئی۔ نیچے بھی ایک ایک کر کے سب سو گئے تھے، اوپر والے پورشن میں بھی بالکل اندھیرا اور خاموشی تھی، عیشہ نے فوزان کے انتظار سے اکتا کر سونا چاہا تو نیند کوسوں دور تھی، ادھر وہ کر شہباز حیدر پر غصہ آنے لگا، نجانے وہ کیا چاہتے تھے، ایک دم کسی خیال سے چونک کر کچھ دیر سوچتے کے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بعد وہ کمرے سے نکل گئی۔

•

سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلی آئی۔ شہباز حیدر کے کمرے کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے وہ کچھ خوفزدہ تھی دروازہ کھلا تھا، اس کے ہاتھ لگانے سے کھلتا چلا گیا۔

"کون۔۔۔؟" وہ سائیڈ پر تھی، ورنہ شہباز حیدر کی نگاہ ضرور پڑتی۔ عیشہ کی طرف سے بالکل خاموشی تھی شہباز حیدر اٹھ کر دروازے کے قریب چلے آئے اسے دیکھ کر چونکے، پھر حیران ہوئے۔

"تم۔۔۔ اس وقت۔۔۔؟" نہ چاہتے ہوئے بھی ان کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"وہ فوزی۔۔۔" ملگجے اندھیرے میں اپنے سامنے شہباز حیدر کے توانا وجود کو دیکھ کر وہ پھر ہمت ہار گئی۔ "وہ سو گیا۔" سخت لہجے پر عیشہ نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ کھا جانے والی نظروں سے گھورا جا رہا تھا وہ فوراً سر جھکا گئی۔

"وہ۔ وہ مجھے آپ سے۔۔۔" انگلیاں چٹخاتے آ تو گئی تھی مگر اب ساری ہمت پانی کا بلبلہ ثابت ہو رہی تھی۔

"آپ دادا جان کو منع کر دیں، مجھے شادی نہیں کرنی۔۔۔ مجھے یہ رشتہ پسند نہیں۔۔۔" ہمت کر کے کہہ دیا، شہباز حیدر کا دماغ بھنا اٹھا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔۔۔ رات کے اس پہر تم مجھے یہ بتانے آئی ہو۔۔۔" انہوں نے اپنے غصے کو بمشکل کنٹرول کرتے چبا چبا کر کہا تھا، وہ سر جھکا گئی۔

"آپ۔۔"

"بکواس بند کرو۔۔۔ جاؤ آرام سے جا کر سو جاؤ۔ فوزان سویا ہوا ہے۔۔۔ اگر رات کو تنگ کیا تو تمہارے پاس چھوڑ آؤں گا۔۔۔" اپنے غصے پر بمشکل کنٹرول کرتے انہوں نے کہا۔ "اور جہاں تک اس رشتے کی بات ہے میں انکار نہیں کروں گا، تم اگر خود کرنا چاہتی ہو تو تایا ابو سے بات کرو، میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔" تختی سے باور کروا کر انہوں نے دروازہ بند کرنا چاہا تو عیشہ نے تیزی سے اپنا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر رکھ کر ان کی کوشش ناکام بنا دی تھی۔

"آپ پلیز میری بات تو سن لیں۔۔۔" عیشہ کا جی چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے، یوں دھتکارے جانے پر دل مچل اٹھا۔ انجام کی پروا کیے بغیر تیزی سے کہا۔

"عیشہ۔۔۔" شہباز حیدر دبی سی آواز میں پھنکارے۔ ساتھ والا کمرہ قیوم اور مہوش کا تھا، اگر رات کے اس پہر ان میں سے کوئی باہر نکل آتا تو انہیں کتنی سبکی کا سامنا کرنا پڑتا، مگر یہ لڑکی ان نزاکتوں کو نہیں سمجھ پا رہی تھی، کسی چیز کی پروا ہی نہ تھی۔

"آپ یوں چیخ کر میری زبان روک نہیں سکتے، یوں دھتکار کر میرے اندر موجزن جذبوں کو نوچ نہیں سکتے۔۔۔ کیا مانگ رہی ہوں میں آپ سے۔۔۔ آپ کا عمر بھر کا ساتھ تو نہیں مانگ رہی اور نہ آپ کو شادی کی آفر کر رہی ہوں۔۔۔ جو اس طرح طیش سے مجھے دروازے سے ہی دھتکار رہے ہیں۔۔۔" شہباز حیدر جتنی دبی سی آواز میں پھنکارا تھا، وہ اتنی ہی تیزی سے چیخی تھی۔ شہباز کا دماغ گھوما تھا، ایک دم اس کا بازو دبوچ کر اندر گھسیٹ لیا۔

"تم میں شرم نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی گھٹیا حرکت پر اتر آؤ گی۔۔۔" اسے دیوار کے ساتھ دھکا دے کر وہ کمرے میں سخت اضطراب سے ٹہلنے لگے تھے، عیشہ نے دیوار کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے بچایا۔

"یہ میری زندگی کا معاملہ ہے۔۔۔ آپ کون ہوتے ہیں مجھے مجبور کرنے والے۔۔۔ نہیں کرنی مجھے کسی بھی ایکس وائی زیڈ سے شادی۔۔۔" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بری طرح رو رہی تھی۔ ان کا دماغ الٹنے لگا۔

"تو ٹھیک ہے۔۔۔ تم یہ انکار اپنے باپ اور دادا کو کرو۔۔۔ یہاں کیوں آئی ہو۔۔۔" وہ پھر پھنکارے تھے، وہ قطعی لا

...غیرت کے مالک نہ تھے، مگر یہ لڑکی ہر بار انہیں اسی طرح جھنجوڑ رہی تھی کہ وہ بلبلا اٹھتے تھے۔ اب بھی پھنکارے تھے۔ زیرو پاور کے بلب کی روشنی میں سبز ہلکی روشنی میں کمرہ عجیب منظر پیش کر رہا تھا۔

"آپ اس رشتے کی جانچ پڑتال کر رہے ہیں۔۔۔" روتے ہوئے اس نے وجہ بتائی، تو شہباز حیدر کا جی چاہا کہ اس سر پھری کم عقل لڑکی کا سر پھاڑ دے۔ "تو کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔" "پہلے بھی تو انتہائی دیدہ دلیری کے ساتھ جا کر محسن جاوید کو انکار کر آئی تھی، اب بھی کوئی نیا ڈرامہ رچا لینا۔ عیشہ رونا بھول کر بری طرح حیران نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔ جو صرف گھور رہے تھے۔" "آپ۔۔۔ جانتے ہیں۔۔۔" اس کی حیرت کا سکتہ ٹوٹا۔

"محسن جاوید سے میری اچھی خاصی علیک سلیک ہے۔۔۔ اس دن میں اس سے ملنے گیا تھا، مگر اس کے آفس سے آتی تمہاری آواز سن کر پلٹ آیا تھا، اور اسی رات جب اس نے کال کی تھی، تم سے پہلے لاؤنج میں رکھا فون میں اٹھا چکا تھا۔ محسن کو میں اچھی طرح جانتا ہوں، اس کی کسی سے کمٹمنٹ نہیں تھی، وہ صرف تمہاری وجہ سے انکار کر رہا تھا، اس کے والدین اس سے جس قدر ناراض ہیں، کاش تم اپنی حماقت کا اندازہ لگا سکو۔۔۔ اور اب۔۔۔" مٹھیاں بھینچ کر غصے سے اسے دیکھتے وہ چپ ہو گئے تو وہ پھر ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی۔

"میں مر جاؤں گی۔۔۔ آپ کیوں نہیں سمجھتے آپ کے بغیر میں مر جاؤں گی۔۔۔" وہ جذباتیت کی انتہا پر تھی، شہباز حیدر کا جی چاہا آنکھوں میں اس لڑکی کو غائب کر دیں۔

"دماغ خراب تمہارا۔۔۔ اور کچھ نہیں۔۔۔ خناس بھر چکا ہے اس میں۔۔۔" اس کی جذباتیت پر وہ پھر آؤٹ ہوئے۔

"یہ صرف میری ڈھیل ہے، تم میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو۔۔۔ شرم نہ آئی تمہیں یہ سب بکواس کرتے ہوئے۔۔۔ میری اور اپنی عمروں کا ہی خیال کر لیا ہوتا۔۔۔ کم از کم اتنا ہی جان لیا ہوتا کہ ہمارا آپس میں کیا رشتہ ہے۔۔۔ اور وہ تمہارے رشتے کے حوالے سے میرے لیے کتنی محترم ہو۔۔۔" وہ تاسف سے کہہ رہے تھے۔

"بات کرتا ہوں میں تایا جان سے۔۔۔ اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔۔۔ تمہارے ماسٹر کا انتظار کرنے کے بجائے تمہیں کل رخصت کریں۔۔۔ یہ رشتہ ہر لحاظ سے معقول ہے۔۔۔" انتہائی سفاکی سے کہتے شہباز حیدر نے گویا اسے آگ میں دھکیل دیا تھا، وہ بے یقینی سے دیکھے گئی، پھر نفی میں سر ہلایا۔

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔۔۔ مجھے یہ شادی نہیں کرنی۔۔۔" سختی سے کہا۔

"میں ایسا ہی کروں گا۔۔۔" اس نے زیادہ سختی سے جواب ملا تھا۔

"میں کچھ کھا لوں گی۔۔۔" بلا سوچے سمجھے اس نے دھمکی دی تھی، وہ کتنے پل حیران نظروں سے اسے دیکھے گئے، پھر ایک جھٹکے سے برا حال ہوا تھا۔ "تو پھر جو کچھ بھی کھانا ہے ابھی جا کر کھا لو۔۔۔ کیونکہ میں موقع ملتے ہی تایا ابو سے بات کروں گا۔۔۔" اس کا بازو پکڑ کر باہر دھکیل کر سختی سے کہہ کر انہوں نے دروازہ بھی بند کر لیا تھا۔

"نہیں۔۔۔ شہباز پلیز میری بات سنیں۔۔۔ آپ ایسا نہیں کریں گے۔۔۔ مر جاؤں گی میں۔۔۔" ہتھیلیوں سے دروازہ پیٹتے اسے کسی بات کا بھی ہوش نہ رہا تھا۔

"مر جاؤں گی میں۔۔۔ خدا کے لیے شہباز۔۔۔" اس کی حالت اس وقت دیکھنے کے لائق تھی۔

"عیشہ۔۔۔" کسی نے عقب سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا، وہ ایک دم ساکن ہو گئی۔ فوراً ہوش میں آئی تو لمحوں میں احساس ہوا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔

"عیشہ۔۔۔" دوبارہ پکارا گیا تھا، آواز پہچان کر وہ فوراً پلٹی تھی۔ اپنے سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی تھی۔

❊ ❊ ❊

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

مہوش اور قیوم دونوں نے کن انکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر عیشہ کو۔۔۔ وہ اب بھی قالین پر بیٹھی گھٹنوں میں منہ دیے بڑی طرح رو رہی تھی۔

"عیشہ۔۔" مہوش نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ مزید بلک گئی۔

"اب بس بھی کرو بہت رو لیا تم نے۔۔" قیوم بھی پکار اٹھے۔ اس کے آنسو تھے کہ تھمنے میں ہی نہیں آ رہے تھے۔ بلکہ ان میں شدت آ گئی تھی۔ بے بسی کا احساس تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اب کی بار تو کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ اس کی انا، عزت نفس سب کچھ تو ختم ہو گیا۔ کچھ بھی تو باقی نہیں بچا تھا۔ روتی نہ تو پھر کیا کرتی۔۔

"دیکھنا ہم شہباز بھائی کا کیا حشر کرتے ہیں۔۔ بڑا رو لیا تم نے۔۔ ساری کسر نکالیں گے ہم ان کی۔۔ فکر کیوں کرتی ہو۔۔ جب دل کا سارا بوجھ ہلکا کیا ہے تو اعتماد بھی کرو۔۔ شہباز بھائی اب ہمارا مسئلہ ہیں۔۔ تم بے فکر ہو جاؤ۔۔" مہوش چچی نے بہلایا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"وہ نہیں مانیں گے۔۔۔ وہ مجھ سے سخت نفرت کرتے ہیں۔۔"

"کیوں نہیں مانیں گے۔۔ ان کے تو بڑے بھی مانیں گے۔۔ دیکھنا میں کیا کرتی ہوں۔۔" مہوش نے چٹکی بجائی تھی۔ اس کے اعتماد پر عیشہ کو کچھ حوصلہ ہوا۔

"چلو اب جاؤ۔۔ جا کر آرام سے سو جاؤ۔۔ کل میں دیکھوں گی کیا کرنا ہے۔۔ تم فکر نہیں کرو۔۔ سب نارمل ہو جائے گا۔۔" ان کے اس تعاون پر اس کا دل پرسکون ہوا۔ ان کے کمرے سے نکل کر وہ نیچے چلی آئی۔ اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ گزشتہ رات کے ایک ایک لمحے یاد آنے لگے۔ شہباز حیدر کے جانے کے بعد وہ جب بھی دروازہ پیٹتے رو رہی تھی تو قیوم چچا نے آواز دی تھی۔ وہ تو انہیں سامنے دیکھ کر ڈر گئی تھی۔

"کیا ہوا عیشہ؟۔۔" ان کو دیکھ کر وہ ان سے لپٹ کر دھاڑیں مار کر رو دی تھی۔ وہ تو اس نئی افتاد پر بوکھلا گئے تھے۔ سہارا دے کر اپنے کمرے میں لے گئے تھے۔ مہوش کو جگا کر صورتحال بتائی۔ وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔ وہ تو پہلے ہی سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ تھوڑا سا محبت سے پچکارنے کی دیر تھی۔ وہ ایک ایک کر کے سب بتاتی گئی۔ دونوں کئی لمحے بے یقین رہے۔ پھر مہوش نے ہی خود کو سنبھالا تھا۔

"ارے یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔۔ عیشہ سے بڑھ کر فوزان کے لیے بھلا کوئی اور ماں ہو سکتی ہے۔۔ ہم بھی ادھر ادھر رشتے دیکھ رہے تھے۔۔ کتنے پاگل ہیں۔۔ عیشہ کے لیے شہباز بھائی کا خیال ہی نہیں آیا۔۔ بھائی صاحب نے بھی کہیں نہ کہیں شادی کرنی ہی ہے نا۔۔ ابھی انکار کر رہے ہیں، بعد میں خود ضرورت محسوس کریں گے تو پھر ابھی کیوں نہیں۔۔ تم فکر نہیں کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔" وہ فوراً پرجوش ہو گئی تھیں، اور پھر مسلسل تسلیاں دلاتے دیتی رہی تھیں۔ اب وہ کچھ پرسکون تھی۔ اسے یقین تھا کہ مہوش چچی نے وعدہ کیا ہے تو وہ سب حالات کو سنبھال لیں گی۔ اطمینان سے آنکھیں بند کیں تو دیر بعد نیند سے اس کی پوجھل ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

* * *

اگلے دن مہوش بھابی نے کالج سے چھٹی کی تھی۔ عیشہ کے یونیورسٹی جانے کے بعد شہباز حیدر نیچے اترے تھے۔ مہوش نے بغور دیکھا۔ نارمل انداز میں ناشتے سے انصاف کرتے گزری رات کے کسی بھی واقعے کا عکس ان کے چہرے سے واضح

نہیں مل رہا تھا۔ عیشہ نے جو بتایا تھا ان کا خیال تھا کہ شہباز تائی امی سے ضرور رشتے کے متعلق ذکر چھیڑیں گے مگر خیریت رہی۔۔ شہباز کے چلے جانے کے بعد تائی امی، چچی دونوں ناشتہ کر رہی تھیں۔ مہوش بھی اپنا ناشتہ لے کر ان کے پاس بکھل پر آ بیٹھیں۔ یونہی ادھر ادھر کی باتوں کے دوران انہوں نے وہ بات شروع کر دی۔

"امی میں سوچ رہی ہوں کہ اب شہباز بھائی کی بھی شادی کر دینی چاہیے۔۔ جوگ لینے کو اتنا عرصہ بہت ہوتا ہے۔۔ فوزان کو تو عیشہ نے سنبھال رکھا ہے، وہ اب بڑا ہو رہا ہے۔ شہباز بھائی کو بھی کچھ عرصہ بعد بیوی کی ضرورت محسوس ہو گی۔ اسی لیے بہتر ہے کہ ہم ابھی سے سوچیں۔" مہوش نے بڑے سلیقے سے بات کی تھی۔ دونوں خواتین نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"بات تو ٹھیک ہے مگر شہباز نہیں مانتا۔۔" امی نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں نہیں مانتے۔۔ ابھی تو اک عمر پڑی ہے آگے۔۔ یوں بغیر گھر والی کے زندگی گزرنے سے تو رہی۔۔" مہوش نے کچھ تیزی سے کہا۔ "آپ تو ماں ہیں پیار سے سختی سے راضی کریں۔۔ ورنہ شہلا کی زندگی اتنی ہی تھی، فوزان کو ہم سب سنبھالنے والے ہیں، خاص طور پر عیشہ۔۔ کل کو اس کی شادی کر دیں گے، پھر بھی تو فوزان تنہا ہو گا ہی نا۔۔ شہباز بھائی کو بھی اب عقلمندی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔۔"

"ہاں! مہوش ٹھیک کہتی ہے۔۔ تم ہی کچھ زور دو۔ میں کئی بار کہہ چکی ہوں۔۔" تائی امی نے بھی مہوش کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"کئی بار اس موضوع پر بات کر چکی ہوں۔۔ مگر ہر بار کہہ دیتا ہے کہ مجھے بیوی اور آپ کو بہو تو مل جائے گی، اگر آنے والی نے فوزان کو قبول نہ کیا تو۔۔ حنیفہ بھائی کو بھی ہم لوگ لائے تھے۔ انہوں نے عیشہ کو کب اپنایا۔۔ میں اپنے بیٹے کو ساری عمر کسی محرومی میں نہیں رکھنا چاہتا۔۔" امی نے دکھی لہجے میں بتایا تو مہوش نے ایک گہری سانس لی۔

"ہاں! یہ بھی سچ ہے۔۔ فوزان کو عیشہ نے جس طرح سنبھالا ہے شاید ہی کوئی سنبھالتی۔۔" انہوں نے جان بوجھ کر عیشہ کا ذکر کر دیا تھا۔

"ہاں اللہ اجر دے بچی کو۔۔ جب اس کی شادی کریں گے تو بڑا مسئلہ ہو گا۔۔ فوزان تو اس کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ اس نے بھی اس کے لاڈ اٹھا کر ضدی بنا ڈالا ہے۔۔ بس وہی اسے سنبھال سکتی ہے۔ میں سوچتی ہوں جب وہ چلی گئی تو ہم کیسے سنبھالیں گے۔۔" امی کو اب نئی فکر ستا رہی تھی۔

"امی میرے ذہن میں جب سے عیشہ کے رشتے کا چکر چلا ہے ایک خیال آ رہا ہے۔۔ اگر برا نہ لگے تو۔۔" وہ رک گئیں۔ دونوں خواتین نے دیکھا۔

"کیوں نہ ہم شہباز بھائی اور عیشہ کی۔۔" وہ جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ چکی تھیں۔ دونوں خواتین نے بے حد حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر مہوش کو جو کہہ رہی تھی۔

"چھوٹا منہ مگر بڑی بات والی بات ہے لیکن یہ بھی سچ ہے۔۔ جس طرح فوزان عیشہ کے ساتھ اٹیچ ہے، اگر عیشہ ہمیشہ کے لیے شہباز بھائی کی زندگی میں آ جائے تو سوتیلی کے ڈر سے شہباز بھائی شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے، وہ بھی کر لیں گے۔۔ پھر ہم نے باہر بھی تو اس کی کہیں نہ کہیں شادی کرنی ہی ہے نا۔۔ اور شہباز بھائی کی بھی تو دونوں کی ایک دوسرے کے ساتھ کیوں نہیں ہو سکتی۔۔" مہوش نے جو کہنا تھا وہ کہہ دیا تھا۔

"بات تو ٹھیک ہے مگر۔۔" تائی امی رک گئیں۔

"لوگ کیا کہیں گے کہ دونوں میں تیرہ چودہ سال کا فرق ہے۔۔ پھر وہ رشتہ بھی نازک سا ہے۔۔ لوگ باتیں نہ بنائیں۔۔" امی کو بھی مہوش کی بات بھائی تھی مگر خدشے بول اٹھے۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"رشتے میں دونوں چچا بھتیجی لگتے ہیں۔۔۔ سگے تو نہیں ہیں نا۔۔۔ پھر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا بھی یہی رشتہ تھا۔۔۔

"رہی بات عمر کی تو اتنا زیادہ فرق بھی نہیں ہے۔۔۔ آپ باہر سے بھی کوئی لڑکی لائیں گے تو اس کی بھی عمر اتنی ہی ہوگی یا ایک دو سال زیادہ ہوگی۔۔۔ لوگوں کی تو بات ہی نہیں کریں، عیشہ کی ماں کے بعد یا وریشہ کے بعد دونوں کو لوگوں نے تو نہیں سنبھالا تھا۔ گھر کی بات ہے۔۔۔ جب گھر والے راضی تو کیا کریں گے لوگ۔۔۔" اس نے آرام سے کہا تھا۔ دونوں خواتین کے دل کو بات لگی تھی۔

"مہوش ٹھیک کہہ رہی ہے آپا۔۔۔ آپ بتائیں آپ کیا کہتی ہیں۔۔۔؟" امی نے تائی امی کو دیکھا، وہ ہنس دیں۔

"میرے لیے تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔۔۔ شہباز اور عیشہ اپنے بچے ہیں۔۔۔ اپنے گھر میں آنکھوں کے سامنے رہیں گے۔۔۔ وریشہ کے بعد اب عیشہ۔۔۔ حیرت ہے۔۔۔ مجھے پہلے یہ خیال کیوں نہیں آیا۔۔۔" وہ خوش ہو کر کہہ رہی تھیں۔

"پھر آپ بھائی صاحب اور واجد سے بات کریں، میں شہباز اور اس کے ابا سے بات کرتی ہوں۔۔۔ گھر کی بات ہے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔۔۔" مہوش نے جو ذمہ داری لی تھی وہ بااحسن نبھائی تھی، اب جو کرنا تھا ان خواتین نے کرنا تھا، وہ مسکراتے ہوئے خالی برتن اٹھا کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

* * *

یہ بات جب عبداللہ صاحب کے کانوں تک پہنچی تو ان کا یہ مشورہ بہت پسند آیا۔ اسی شام انہوں نے واجد کو بلا کر بات کی تو وہ کتنی دیر تک چپ رہے، پھر کہنے لگے۔

"اماں جی ویسے تو ٹھیک ہے مگر۔۔۔ عیشہ اور شہباز کی عمر میں بڑا فرق ہے۔۔۔ شہباز ایک بچے کا باپ ہے، نجانے عیشہ راضی بھی ہو کہ نہیں، وہ حساس بچی ہے۔"

"عمر کی کوئی بات نہیں۔۔۔ باہر بھی کریں گے تو پتہ نہیں کوئی کتنی عمر والا شخص ہو۔۔۔ رہ گئی عیشہ کی بات تو اس سے میں خود ہی پوچھ لوں گی۔۔۔ تم اپنی مرضی بتاؤ۔۔۔" اماں کی بات پر وہ مسکرا دیے۔

"حرج تو کوئی نہیں ہے۔۔۔ عیشہ کی رضامندی لے لیں، جو جی چاہے کریں۔۔۔ شہباز سے بڑھ کر ہمیں اور کیا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے، میں عیشہ سے پوچھ کر رضامندی دے دیتی ہوں، آگے بچوں کی قسمت۔" انہوں نے خوش ہو کر کہا۔ تائی اماں نے عیشہ سے پوچھنے کی ذمہ داری مہوش کے ذمہ لگائی تھی، مہوش ہنس دی۔

شام کے کھانے کی تیاری کے دوران مہوش نے عیشہ کو اپنی سارے دن کی کارگزاری بتائی تو کتنی دیر تک وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"کیا واقعی۔۔۔ یہ سچ ہے۔۔۔؟" وہ بے یقین تھی۔

"ہوں۔۔۔" مہوش نے اس کے رخسار پر چٹکی بھری تو وہ جھینپ گئی۔

"اتنی جلدی کیسے ہو گیا یہ سب۔۔۔" خوشی ہی ایسی تھی کہ وہ سرخ گلنار ہوگئی۔

"بس دعا دو ہمیں۔۔۔ کہا تھا نا کہ ہم پر چھوڑ دو۔۔۔ بس میں نے تائی امی اور امی کو رام ہی ایسے کیا ہے کہ خود ہی تو انہوں نے سارا معاملہ طے کر لیا۔۔۔ اب بات بڑوں میں ہے۔۔۔" وہ مزے سے بتا رہی تھی، وہ ابھی بھی بے یقین تھی۔

"اور شہباز۔۔۔" اس نے کہا۔

"آج رات امی کا ان سے بات کرنے کا ارادہ ہے، دیکھتے ہیں کیا جواب ملتا ہے۔۔۔"

"اگر انہوں نے انکار کر دیا تو۔۔۔" ایک دم وہ خدشوں میں گھر گئی تھی، مہوش ہنسی۔

"فکر کیوں کرتی ہو۔۔۔ ہم ہیں نا۔۔۔"

"خوش تو میں بھی بہت ہوں۔۔۔ ہو تو تم مجھ سے چھوٹی مگر رشتے میں جیٹھانی ہوگی۔۔۔" وہ چھیڑ رہی تھیں، وہ سرخ پڑ گئی۔

"تائی امی نے تم سے پوچھنے کی ذمہ داری مجھ پر لگائی ہے۔۔۔ مگر انہیں کیا پتہ ان کی بھتیجی تو شہباز صاحب کے عشق میں پور پور ڈوب چکی ہے۔۔۔" ان کی اس چھیڑ چھاڑ پر وہ خوش ہوگئی۔

"چچی پلیز۔۔۔" اس نے ٹوکا، وہ کھلکھلا کر ہنسیں۔

"رشتے میں تمہاری جیٹھانی ہوں گی۔۔۔ ابھی سے سوچ لو۔۔۔ چچی کہو گی یا۔۔۔" عیشہ کی بھی ہنسی نکل گئی۔

"آپ میری چچی ہیں بس۔۔۔"

"اور شہباز صاحب چچا۔۔۔ ویسے بائی داوے۔۔۔ چچا سے وہ کیسے بن گئے۔۔۔" وہ کتنی بے باک ہو رہی تھیں۔

"مہوش چچی پلیز۔۔۔" اس کا شرم سے برا حال تھا۔

* * *

رات شہباز گھر لیٹ آئے تھے تقریباً سبھی سو چکے تھے، امی ان سے بات کرنے کی نیت سے جاگ رہی تھیں، کھانا انہوں نے کمرے میں ہی کھایا تھا۔ کھانے کے بعد امی نے وہ بات چھیڑ دی، جس کے لیے وہ اب تک جاگ رہی تھیں۔۔۔ اور پھر جب انہوں نے عیشہ کا نام لیا تو شہباز حیدر گنگ رہ گئے۔

"کیا۔۔۔ عیشہ۔۔۔؟" وہ حیرت زدہ تھے۔

"ہوں۔۔۔ وریشہ کے بعد جس طرح اس نے فوزان کو پالا ہے، ماشاءاللہ اس نے دل جیت لیا ہے۔۔۔ آپا لوگ باہر اس کا رشتہ دیکھ رہے ہیں۔۔۔ فوزان جس طرح اس کے ساتھ ہل گیا ہے دل ڈرتا ہے کہیں اس کے بعد وہ سنبھل نہ پائے کہیں۔۔۔ پھر تمہاری طرف سے بھی دل دکھتا ہے، تم فوزان کو سوتیلی ماں کے حوالے نہیں کرنا چاہتے مگر عیشہ کے لیے تو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے، اپنی سمجھی ہوئی بچی ہے وہ۔۔۔ یوں سمجھو کہ میری تو دل کی مراد بر آئی ہے۔۔۔" وہ خوش تھیں، بہت خوش۔۔۔ وہ برہم ہوئے۔

"آپ ہوش میں تو ہیں۔۔۔ عیشہ۔۔۔ وہ مجھ سے عمر میں کتنی چھوٹی ہے، میری بچی جیسی ہے اور آپ اس کی بات کر رہی ہیں۔۔۔ سچ سچ بتائیں کہ یہ کس کی سازش ہے۔۔۔" غصے سے جو جی میں آیا کہہ دیا۔

"ہیں۔۔۔ ہیں۔۔۔ یہ سازش کی خوب کہی تم نے۔۔۔ دل میں خیال تھا آپا اور بھائی صاحب سے بات کی، انہوں نے واجد اور عیشہ کی رضامندی لے کر ہاں کہہ دی۔۔۔ اب تم سے پوچھ رہی ہوں اور تم مجھے ہوش کا سبق دے رہے ہو۔۔۔" شہباز حیدر کے انداز پر وہ بھی برہم ہوگئیں۔

"یعنی کہ مجھ سے پوچھے بغیر ہی بڑوں تک بات پہنچ چکی ہے۔۔۔ یااللہ" وہ بے چارگی سے ماں کو دیکھتے رہ گئے۔

"منع کر دیں۔۔۔ مجھے نہیں کرنی عیشہ سے شادی۔" شہباز حیدر نے فوراً منع کر دیا۔

"ارے کیوں منع کر دوں۔۔۔ عیشہ جیسی لڑکی چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملنے والی۔۔۔ گھر کی بات ہے تقریباً سب طے ہے۔۔۔ بھائی صاحب نے ہاں کہہ دی ہے۔۔۔ اب میں شادی کی ڈیٹ طے کرنے میں دیر نہیں لگاؤں گی۔۔۔" شہباز کے یکسر انکار نے انہیں کر دیا تو انہوں نے بھی دو ٹوک بات کی۔

"امی پلیز۔۔۔ آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں۔۔۔ وہ بچی سی ہے۔۔۔ پھر میری اور اس کی عمر میں بہت فرق ہے۔۔۔" ماں کے دو ٹوک انداز پر وہ کچھ ڈھیلے ہوئے، تاہم بے چارگی نمایاں تھی۔

"کوئی بچی وچی نہیں ہے۔۔۔ پورے تئیس سال کی ہو چکی ہے۔۔۔ رہی عمر کی بات تو میاں بیوی میں عمر کا یہ فرق عام

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ہے۔۔۔سب چلتا ہے۔۔۔" انہوں نے یہ اعتراض فوراً رد کیا۔

"وہ غیر شادی شدہ ہے۔۔۔مجھ شادی شدہ کے ساتھ کیسے ایڈجسٹ کرے گی، پھر مجھے بھی وہ بطور لائف پارٹنر پسند نہیں۔۔۔" بے چارگی سے دوسرا اعتراض کیا۔ "اس کی رائے لے چکے ہیں۔۔۔اسے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔فوزان کو وہ پہلے ہی سنبھال رہی ہے۔۔۔رہ گئی پسند کی بات تو شادی کے بعد خود بخود پسند کرنے لگے گی۔۔۔" ادھر سے جواب تیار تھا۔

"وہ بہت امیچور ہے۔۔۔اس کے لئے اسی جیسا لڑکا چاہیے تھا۔۔۔" کلس کر پھر کہا تھا۔

"خیر سے شادی کے بعد تمہارے عادات و اطوار دیکھ کر خود ہی سنجیدہ ہو جائے گی۔۔۔" وہ تو جیسے پوری تیاری کر کے آئی تھیں، کسی اعتراض کو چنداں اہمیت نہ دی تھی، انہوں نے لب بھینچ لیے۔

"کوئی اور بھی اعتراض ہے تو وہ بھی کر لو۔۔۔میں انکار نہیں سننے والی۔۔۔" شہباز حیدر نے انتہائی غصے سے انہیں دیکھا، آج وہ انہیں ذرا بھی محبت جتانے والی ماں نہ لگیں۔

"آپ بھلا کون سا میرے کسی اعتراض کو خاطر میں لا رہی ہیں جو میں مزید بحث کروں۔" شاکی انداز میں ماں کو دیکھا، وہ ہنس دیں۔

"جب تم اعتراض ہی اوٹ پٹانگ کرو گے تو میں بھلا کیا خاطر میں لاؤں۔ خیر سے اپنے گھر کی بچی ہے۔۔۔پھر جب پاک اور تم لگے کیڑے نکالنے۔۔۔" انہوں نے گہرا سانس لیا۔

"پھر میں تمہارے تایا جان کو ہاں کہہ دوں۔۔۔" برتنوں کی ٹرے اٹھا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ماں کے ڈپلومیسی انداز پر وہ کوفت کا شکار ہوئے۔

"مجھے نہیں پتا۔۔۔مگر ایک بات طے ہے، مجھے اس سے شادی نہیں کرنی۔۔۔" اندر کا ابال ایک دم امڈ آیا، امی نے غصے سے بیٹے کو دیکھا۔

"شہباز والدین کے دل سے اس طرح نہیں کھیلتے۔۔۔وریشہ کا غم اب اتنا تازہ بھی نہیں کہ تم ہمیں نامراد لوٹا دو۔ ایک سال بیت چلا۔۔۔تو میرا خیال ہے کوئی اعتراض کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ عنیزہ اور وریشہ میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے۔ خالہ مر جائے تو بھانجی، پھوپھی کی جگہ بھتیجی۔ دنیا میں ہوتا آیا ہے۔۔۔کئی مثالیں ہیں۔۔۔تم دنیا کے اکیلے نرالے تو نہیں ہو۔۔۔میں انکار نہیں سننے والی، کر بھائی صاحب کو ہاں کہہ رہی ہوں۔" وہ غصے سے بھنا کر کمرے سے چلی گئیں۔ شہباز حیدر نے غصے سے سرہانہ اٹھا کر دور دے مارا۔ جی چاہا ابھی جا کر عنیزہ واجد کو جھنجوڑ کر رکھ دیں، مگر وہ ضبط کر گئے۔ رات کے اس پہر وہ تو سو چکی ہوگی مگر شہباز حیدر انگاروں پر لوٹنے لگے۔

❖ ❖ ❖

شہباز حیدر کی ساری رات آنکھوں میں کٹی تھی، ایک چھوٹی سی لڑکی نے انہیں اذیت سے دوچار کر رکھا تھا۔ صبح پو پھٹی تو وہ بھی کمرے سے نکل آئے، نیچے آئے تو ابھی سبھی اپنے کمروں میں تھے۔ وہ عنیزہ کے کمرے کی طرف چلے آئے۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ ہینڈل گھمانے سے کھلتا چلا گیا تھا، وہ اندر داخل ہوئے تو فوزان بستر پر کمبل پر لیٹا سو رہا تھا، اور وہ واش روم سے وضو کر کے نکل رہی تھی۔ اتنی صبح صبح شہباز حیدر کو اپنے کمرے میں دیکھ کر چونکی۔

"آپ۔۔۔؟" دوپٹہ وضو کے اسٹائل میں لپٹا ہوا تھا۔

"تم۔۔۔" عنیزہ کو دیکھ کر گزری رات کی اذیت نئے سرے سے تازہ ہو گئی۔ ایک دم طیش میں قدم بڑھائے۔ عنیزہ

ان کے تیور دیکھ کر پیچھے ہٹی تھی۔

"تم خود کو سمجھتی کیا ہو۔ کہاں عذاب کی طرح مسلسل میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔۔۔" عنیزہ کا گداز آستین چڑھا بازو ان کی فولادی گرفت میں جکڑ لیا گیا تھا، عنیزہ ان کے تیور دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی۔

"آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔چھوڑیں مجھے۔۔۔پلیز۔۔۔" گرفت اتنی سخت تھی کہ تکلیف سے بس چیخ نکلنے کی کسر تھی۔ اپنا بازو چھڑانا چاہا تو شہباز نے مزید طیش میں آکر جھٹکا دیا تھا، وہ بری طرح دیوار کے ساتھ جا لگی۔ "جان سے مار دوں گا تمہیں۔۔۔پاگل لڑکی، تم نے امی اور تائی امی تک بات پہنچا دی۔۔۔جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔۔۔یہ ساری تمہاری سازش ہے۔۔۔تمہارا کیا خیال ہے اس طرح کرنے سے تم مجھ سے شادی کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گی۔۔۔لعنت بھیجتا ہوں میں تم پر۔۔۔" اس قدر غصیلے طیش بھرے لہجے میں دنیا جہاں کی نفرت تھی۔ حیران پھٹی پھٹی نگاہوں سے بازو کی ساری تکلیف بھولے پتھر بن گئی۔ اتنی نفرت۔۔۔؟ اس قدر ہتک آمیزی کا اظہار۔۔۔؟ وہ بے یقینی سے دیکھے گئی۔

"میرا خیال تھا کہ تم عقلمندی کا مظاہرہ کرو گی۔۔۔کل رات جو بھی ہوا، میں تمہاری نادانی سمجھ کر نظر انداز کر گیا مگر اب۔۔۔تم نے اپنی راہ میں خود کانٹے بوئے ہیں۔۔۔بہت برا کروں گا میں تمہارے ساتھ۔۔۔" شہباز کے اندر کا لاوا کسی بھی طرح کم نہیں ہو پا رہا تھا، عنیزہ کا خوف سے برا حال ہوا۔ شہباز حیدر کا یہ روپ پہلی دفعہ دیکھنے میں آ رہا تھا۔

"میں نے کیا کیا ہے۔۔۔؟" وہ رو دی۔ کچھ بازو کی تکلیف اور کچھ شہباز کا خوف۔ آنسو ایک ایک کر کے چہرے پر گرنے لگے۔ کچھ لمحے پہلے اس نے وضو کیا تھا، چہرہ گیلا تھا، ٹھوڑی سے گردن تک سارے چہرے پر پانی کے قطرے چمک رہے تھے، سرخ و سپید چہرہ۔۔۔جا بجا چپکی کالے بالوں کی لٹیں۔۔۔ایک لمحے کو اس کے رونے پہ ان کی گہری آنکھوں میں موجود پانی دیکھ کر ساکت ہوا مگر اگلے ہی لمحے بجلی ان کے اندر کی آگ کو ہوا دے گئی تھی۔

"ابھی بے حیائی میں کوئی کسر باقی ہے۔۔۔مائی گاڈ۔۔۔جو بات میں سوچتے ہوئے بھی لرز جاتا تھا وہ بات تم نے کتنی آسانی سے دوسروں تک پہنچائی۔ نہ صرف پہنچائی بلکہ میری کسی مرضی کو خاطر میں لائے بغیر سب کو ہموار بھی کر گئیں۔۔۔صرف ایک دن میں۔۔۔" ایک لمحے کی کیفیت تھی، اگلے ہی لمحے اندرونی خلفشار نے پھر غصے کی رو طاری کر دی۔

"پلیز چپ کریں۔۔۔میں نے کسی سے بات نہیں کی۔۔۔قسم لے لیں۔۔۔آپ مجھے بے حیائی کے طعنے مت دیں۔۔۔میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔۔۔میرا جرم صرف اتنا ہے کہ آپ سے محبت کرنے کی گنہگار ہوں۔۔۔میرے جرم کو میری سزا تو مت بنائیں۔۔۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"کتنا رلا رہا تھا یہ شخص اسے۔۔۔اور اس شخص کو اپنے برے رویے کا احساس نہ تھا۔۔۔" شہباز حیدر نے بھنچے ہوئے چہرے سے اس کے بازو سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

"تو پھر بات اتنی آگے کیسے بڑھ گئی کہ امی میری رائے کو اہمیت دیے بغیر تم سے شادی کا فیصلہ سنا گئیں۔۔۔" غصہ کسی طرح کم نہیں ہو پا رہا تھا۔

"مجھے کیا پتہ۔۔۔اپنی امی سے جا کر پوچھیں۔۔۔میں نے اگر ان سے ہی بات کرنا ہوتی تو اتنا عرصہ آپ کا یہ رویہ برداشت نہ کرتی۔۔۔" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر شدت سے رو دی۔ اس کی بے بسی پر شہباز حیدر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورے گیا۔

"تم کوئی بھی ڈرامے بازی کر لو۔۔۔جو مرضی کر لو۔۔۔میں متاثر ہونے والا نہیں ہوں۔۔۔نمٹ لوں گا تم سے اچھی طرح۔۔۔" شہباز حیدر نے اسے اچھی طرح دھمکیوں سے ڈرا دھمکا کر باہر کی راہ لی تو عنیزہ نے ہاتھوں سے چہرہ اٹھا کر بند ہوتے دروازے کو دیکھا، آنسو ایک دفعہ پھر اس کے رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔

❖ ❖ ❖

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

وہ اک شخص جو کم کم میسر ہے ہم کو
آرزو ہے کہ کسی روز وہ سارا مل جائے
اسے کہنا کہ ملاقات ادھوری تھی وہ
اسے کہنا کہ کبھی آ کے دوبارہ مل جائے

حیدر صاحب کو اپنی بیگم صاحبہ سے شہباز حیدر کے عینہ کے لیے اعتراضات کا علم ہوا تو انہوں نے شہباز سے خود بات کی۔ شہباز حیدر جنہوں نے امی کے سامنے صاف انکار کر دیا تھا باپ کے سامنے کچھ بھی نہ کہہ سکے۔ حیدر صاحب شہباز کے سامنے اونچ نیچ سمجھاتے رہے۔ رشتوں کی نزاکت و اہمیت باور کراتے رہے۔ شہباز نے لب بھینچے باپ کی سب باتیں سنیں۔

"تو پھر میں بھائی صاحب کو ہاں کہہ دوں۔۔۔" ایک طویل لیکچر کے بعد انہوں نے بیٹے کے چہرے کا جائزہ لیا۔ شہباز نے گہری سانس لی۔

"اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ کا یہ فیصلہ درست ہے تو جو جی چاہے کریں۔۔۔" ان کے اس انداز میں بھی ان کے دلی جذبات آشکار ہو گئے تھے۔ حیدر صاحب مسکرائے۔

"تمہیں فی الحال تو مناسب نہیں لگ رہا، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تم خود ہمارے اس فیصلے کو سراہو گے۔۔۔" وہ اس کا کندھا تھپک کر چلے گئے تھے۔ شہباز حیدر نے لب بھینچ لیے۔

"عینہ واجد۔۔۔" کچھ سوچتے سوچتے انہوں نے سر جھٹکا۔ باپ کے سامنے وہ بہت کچھ کہہ سکتے تھے مگر عینہ واجد جیسی لڑکی کے لیے انہیں صرف یہی مناسب لگا تھا کہ فی الحال خاموشی اختیار کریں۔۔۔ جو ہو رہا ہے ہونے دیں۔ عینہ واجد سے انہیں کوئی ذاتی پرخاش نہیں تھی مگر۔۔۔

اگلے دن دونوں کی باقاعدہ بات طے ہو جانے کی خبر پورے گھر میں پھیل چکی تھی۔ اوپر نیچے سب کو پتہ چل چکا تھا۔ عینہ یونیورسٹی سے واپس لوٹی تو چچی نے پاس بٹھا کر خوب پیار کیا۔ عینہ تو کتنی دیر تک ورطۂ حیرت میں غرق رہی۔ کل صبح کا شہباز حیدر کا رویہ اتنا آتش فشاں اور غضبناک تھا کہ وہ دہل گئی تھی، اور اب یہ "ہاں" وہ بے یقین تھی۔ پھر اس کے لیے واقعی معلوم ہوا تھا یا پھر خواب اس نے کھلی آنکھوں سے دیکھا تھا یا وہ واقعی سچ ہو رہا تھا۔ مہوش کے کمرے میں پہنچی تو بھی بے یقین سی رہی۔

"مہوش چچی! یہ رشتے طے ہو گیا ہے۔۔۔ کیا واقعی۔۔۔ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی۔۔۔"

"یہ بالکل خواب نہیں ہے۔۔۔ رات ابو نے خود شہباز بھائی سے بات کی تھی، پھر نیچے آ کر تایا ابو وغیرہ سے یوں بات ہو گئی۔۔۔ اب تو باقاعدہ ہاں ہوئی ہے۔۔۔"

"مگر وہ شہباز۔۔۔ انہوں نے اعتراض تو کیا ہو گا۔۔۔"

"ہوں۔۔۔ بہت سے امی بتا رہی تھیں، مگر ابو کون سا ان کے اعتراض ختم کرنے گئے تھے۔ انہیں بٹھا کر سمجھایا تھا۔ بس۔۔۔" مہوش چچی کے اس جواب پر اس کے دل کے اندر خوف پیدا ہونے لگا۔

"اس کا مطلب ہے چھوٹے دادا جان نے انہیں مجبور کیا ہے۔"

"یہ تو مجھے نہیں پتا۔۔۔ البتہ صبح ناشتے پر منہ بڑا سنجیدہ بنایا ہوا تھا۔۔۔ میں نے چھیڑنا چاہا تو جھڑک دیا۔۔۔ پھر چائے پی کر چلے گئے تھے۔۔۔ مگر تم کیوں فکر کرتی ہو۔۔۔ تھوڑا بہت غصہ تو وہ دکھائیں گے ہی۔۔۔ ابو وغیرہ کہہ رہے تھے کہ شہباز کا کوئی بھروسہ نہیں، شادی نہیں تو نکاح کی تقریب تو ضرور کریں گے۔۔۔ یوں سمجھو تم دونوں کو پکی بیڑیاں ڈالنے کا ارادہ ہے۔۔۔" مہوش نے آخر میں

پھر وہ مسکرا بھی نہ سکی۔ شہباز راضی نہ تھے، صرف والدین کی وجہ سے چپ تھے، اسے یقین ہو گیا تھا۔

* * *

رشتہ طے کیا ہوا، باقی سب کچھ آناً فاناً طے ہوتا چلا گیا۔ عبداللہ صاحب اور حیدر صاحب کی مشترکہ رائے کے مطابق منگنی کی بجائے ڈائریکٹ نکاح کی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ شہباز حیدر نے امی کو کافی روکا تھا، کہ بات طے ہو گئی ہے، کافی ہے، اس سے آگے کیا ضرورت ہے۔ مگر وہ بھی سب پکے کام کرنے پر بضد تھے۔۔۔ کیا پتہ کب شہباز مکر جائے۔ بات طے ہونے کے بعد شہباز کا ایسا ہی رویہ تھا کہ سب کو یہی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ خوش نہیں ہیں۔ خاص طور پر عینہ تو ہر وقت ہولتی رہتی تھی۔ اسے کھونا محال تھا پہلے سے بھی زیادہ۔

نکاح کی تقریب خاصی پُررونق تھی، قدوم کی شادی کے بعد اس گھر میں کوئی پہلی خوشی دیکھنے کو مل رہی تھی، سو بھی خوش تھے۔ شہباز حیدر کا انداز وہی تھا۔ خاموش، سنجیدہ اور کچھ ناراض سا۔۔۔ وہ اس سارے شور شرابے پر خوش نہ تھے۔ مہوش عینہ کو پارلر لے گئی تھی، جب دونوں لوٹیں تو بھی مہمان آ چکے تھے۔ تقریب کا اہتمام تھا، سارا لان جگمگا رہا تھا۔ عینہ نکاح کے گولڈن میرون شرارے میں بھاری جیولری کے ساتھ عام حلیے کے برعکس کوئی اور ہی چیز لگ رہی تھی۔ امی اور مہوش نے اسے خصوصی بنائے گئے اسٹیج پر لا بٹھایا تو ہمیشہ سادہ سے حلیے میں دکھائی دینے والی عینہ واجد آج پوری [illegible] نگاہ کو خیرہ کر رہی تھی۔ وہ بہت کنفیوژ ہو رہی تھی، دل کی دھڑکن کا تو کوئی جواب ہی نہ تھا، اس نے اپنی بہن شہلا کو مسلسل اپنے پاس بٹھائے رکھا تھا۔ شہلا واجد کی دوسری بیوی کی اولاد تھی، اور یہاں کی اسٹوڈنٹ تھی۔ نکاح کی تقریب کے بعد کھانے پینے کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ نکاح سے پہلے تک وہ مسلسل خوفزدہ تھی، نکاح کے بعد ایک دم پرسکون و مطمئن ہو گئی۔ شہباز حیدر [illegible] خوشی تھی کہ جس کی خاطر اس نے راتوں کو جاگ جاگ کر اپنے رب سے پوری ہونے کی دعا مانگی تھی، اور آج رب نے اس کی دعا سن لی تھی۔ شہباز حیدر کو کھو دینے کا احساس بہت پیچھے رہ گیا تھا۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں عینہ۔۔۔" وہ اسٹیج پر بیٹھی اپنی سوچوں میں مگن تھی جب اس آواز پر ایک دم چونک کر دیکھا، اس کے سامنے محسن جاوید کھڑا تھا۔

"آپ۔۔۔" وہ حیران ہوئی۔

"جی۔۔۔" وہ مسکرایا۔ "بہت بہت مبارک ہو، یہ یقیناً شہباز بھائی ہی تھے جن کے لیے آپ نے انکار کیا تھا۔" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔ عینہ نے گھبرا کر اپنے ساتھ بیٹھی شہلا کو دیکھا، جو محسن جاوید کو دیکھ رہی تھی دلچسپی سے۔۔۔ محسن جاوید کی پوری فیملی اس تقریب میں انوائیٹڈ تھی، دادا جان کے جاوید صاحب سے تعلقات جوں کے توں تھے، اس تقریب میں محسن جاوید کو دیکھ کر حیران ضرور ہوئی تھی مگر کوئی [illegible] نہیں تھی۔

"بہت لکی ہیں شہباز بھائی۔۔۔" وہ مزید کہہ رہا تھا۔

"ویسے آپ کی تعریف۔۔۔؟" وہ اب شہلا کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"شہلا واجد۔۔۔" اس نے مسکرا کر اپنا نام بتایا تھا۔

"اوہ۔۔۔ یعنی کہ واجد بھائی کی بیٹی۔۔۔" اس نے عینہ کو دیکھا تو اس نے سر ہلایا۔

"میں ذرا امی کے پاس چکر لگا لوں، پھر آتی ہوں۔۔۔" اگلے ہی لمحے وہ اٹھ کر چلی گئی تھی۔

"آپ نے مجھ سے انکار کرتے ہوئے جھوٹ بولا تھا، آپ کی کسی سے کمٹمنٹ نہیں تھی۔۔۔" محسن جاوید کی نظریں شہلا کے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

تعاقب میں تھیں جب عیشہ کی اس دھیمی آواز پر متوجہ ہوا۔

''آپ کو کس نے کہا۔۔۔؟'' دھیان سے پوچھا۔

''فوزان کے پاپا نے۔۔۔''

''مائی گاڈ۔۔۔ کتنا نیچرل انداز ہے۔۔۔''

''سچ سچ بتائیں عیشہ! آپ تو کہہ رہی تھیں کہ یکطرفہ محبت ہے مگر شہباز بھائی نے میرے انکار سے متعلق درست خبر کیسے دے دی۔۔۔'' وہ جھینپ گئی تھی۔

''یہ اب بھی یکطرفہ محبت ہے۔۔۔ بس گھر والوں کا تعاون تھا کہ آج یہ تقریب رونما ہو گئی ہے ورنہ ''ان'' سے تو کوئی امید نہیں۔''

شہباز، مہوش اور قوم کے بعد یہ چوتھا شخص تھا جو اس کے دل کا راز پا گیا تھا۔ اس کا بے تکلف انداز عیشہ کو اچھا لگا تو اس دوستانہ انداز میں اس نے بھی بتا دیا۔

''ویسے شہباز بھائی جانتے ہیں۔۔۔'' وہ پوچھ رہا تھا، اس نے گردن ہلا دی۔

''مگر مانتے نہیں ہیں۔۔۔'' اس کی آواز بھرا گئی، وہ ہنس دیا۔

''تو فکر کیوں کرتی ہیں۔۔۔ اتنا مضبوط تعلق بن گیا ہے دونوں میں۔۔۔ وقت کے ساتھ ساتھ مان جائیں گے۔۔۔'' اس نے اسے دلاسا دیا تو وہ سر ہلا گئی۔

''ویسے عیشہ! آپ کی بہن بھی آپ کی طرح بہت ہی پیاری ہیں۔۔۔ کیا خیال ہے۔۔۔؟'' اس کی اس بات پر اس نے حیران ہو کر دیکھا۔

''کیا مطلب۔۔۔؟''

''آپ کیلئے انکار پر وہ اب تک مجھ سے ناراض ہیں۔۔۔ شہلا کو دیکھنے کے بعد سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ انہی کو راضی کروں۔۔۔ آپ کی سفارش سے کر دیں تو میں بھی آ جاؤں گا۔۔۔'' عیشہ نے بے ساختہ حیرت سے دیکھا۔

''واقعی۔'' اس نے پوچھا تو اس نے فوراً سر ہلایا تھا۔ وہ پھر دو تین باتیں کر کے نیچے اتر گیا تھا، کھانے کے بعد فوٹو گرافی کا سلسلہ چل نکلا تھا، شہباز حیدر کو قوم حیدر نے زبردستی عیشہ کے ساتھ لا بٹھایا تھا۔ واجد صاحب کا بیٹا دونوں کے مختلف پوز لینے لگ گیا تھا۔

''چاچو پلیز! چہرے پر اسمائل لائیں۔۔۔ یوں لگ رہا ہے جیسے آپ کو زبردستی بٹھایا گیا ہے مار کر۔۔۔'' وہ چھیڑ رہا تھا، شہباز حیدر کے چہرے کے سنجیدہ زاویوں میں مطلق فرق نہیں آیا تھا۔

''جیٹھ صاحب اب ایسی بھی کیا سنجیدگی، اتنی چاند سی پیاری دلہن آپ کو دے رہے ہیں مگر مجال ہے چہرے کے زاویے بدل جائیں۔۔۔'' مہوش بھی سنجیدہ شکل پر تبصرہ کرنے سے باز نہیں آئی تھی، عیشہ کا دل تو شہباز کی قربت پر تمام مودی بین تو ڈر کر رہا تھا۔ فوٹو گرافی کے بعد سلامی اور تحائف کا سلسلہ چلا تھا، رات کے بارہ بجے کے نزدیک تقریب اختتام کو پہنچی تھی، عیشہ کا ایک زاویے سے بیٹھ کر برا حال ہو رہا تھا، کمر تختہ بن چکی تھی، مہوش اسے سہارا دے کر کمرے میں لے آئی۔

''سنو اب کچھ نہیں اتارنا، میں آتی ہوں، شہباز بھائی بلا رہے تھے، ان کی بات سن لوں۔۔۔'' وہ اسے بٹھا کر چلی گئی تھی۔ شہباز کے نام پر دل کی دھڑکن بڑی نرالی تھی، وہ خود ہی محجوب سی ہنس دی۔

''اور کتنی نفرت کریں گے مجھ سے آپ۔۔۔ میرے بن چکے ہیں۔۔۔ ایک دفعہ آپ کی زندگی میں آ جاؤں پھر ساری نفرت

دور کر دوں گی۔۔۔ صرف ایک دفعہ۔۔۔'' اپنے خیال پر وہ خود ہی شرما گئی۔۔۔ بیڈ کی پشت سے سر ٹکا کر اس نے کمر بھی تکیوں سے ٹکا کر رکھ دی۔ مہوش اسے بٹھا کر خود پتہ نہیں کہاں گم ہو گئی تھی، اس نے خاموشی سے آنکھیں موند لیں۔ تھوڑی دیر بعد دروازے کے کھلنے کی آواز پر وہ متوجہ ہوئی۔

''مہوش بچی کہاں رہ گئی تھیں آپ۔۔۔ مجھے کپڑے بدلنے تھے۔۔۔ تھکن سے برا حال ہو رہا ہے میرا۔۔۔'' آنکھیں کھولے بغیر وہ کہہ رہی تھی، مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملنے پر اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دی تھیں۔

''آپ۔۔۔؟'' شہباز حیدر کو اپنے سامنے کھڑے خاموشی سے دیکھتے پا کر وہ فوراً سیدھی ہوئی تھی۔

''مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔۔۔'' اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے وہ اندر چلے آئے تھے۔ عیشہ کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا، حیرت سے شہباز حیدر کے انتہائی سنجیدہ چہرے کو دیکھے گئی۔ وہ بستر پر بیٹھے تو اس نے تیزی سے ٹانگیں کھینچیں، پھر چہرہ بھی جھکایا، شرم ایک دم در میاں میں آ ٹھہری۔

''میں اب تک سمجھ رہا تھا کہ تمہاری دیوانگی ایک وقتی جذباتیت ہے، اسی لیے میرا خیال تھا کہ میرے سخت رویے، ذلت پہ لانے سے تمہیں عقل آ جائے گی مگر۔۔۔'' ان کی بات عیشہ کو کچھ پلے نہ پڑی تھی، وہ بس ان کا خفا سنجیدہ لہجہ۔

''یہ رشتہ بظاہر جتنا مضبوط ہے اتنا ہی کمزور ہے۔۔۔ میں نے تمہیں نہ ہوتا اگر امی ابو اس قدر سنجیدگی سے اس معاملے میں ملوث نہ ہوتے۔۔۔ ہمارا نکاح میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا، بھی بات میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں، مجھ سے تم کسی بھی قسم کی توقعات وابستہ مت کرنا۔۔۔ فوزان کے لیے تم میری زندگی میں داخل ہونا چاہتی تھیں، سب گھر والوں کا بھی یہی موقف ہے، اسی لیے تم آج سے فوزان کے لیے ہی مخصوص ہو۔۔۔ رہ گئی بات رخصتی کی تو مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔۔۔ تم نے جس طرح قوم اور مہوش کو اپنے ساتھ ملا کر یہ سارا ڈرامہ اسٹیج کیا ہے۔۔۔ میرے دل میں تمہاری جو جگہ تھی وہ بھی ختم ہو گئی ہے۔۔۔ تمہارے نزدیک رخصتی کی بات کوئی اہمیت رکھتی ہو مگر میرے لیے تم کل بھی کچھ نہیں تھی، آج بھی کچھ نہیں ہو، نہ ہی کل کچھ ہو گی۔۔۔'' تختی سے کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ عیشہ جیسے پتھرا گئی تھی، کیا محبت کرنا واقعی جرم ہے، کیا اس نے شہباز حیدر سے محبت کر کے واقعی کوئی جرم کیا تھا۔۔۔ وہ بالکل ساکت تھی۔

''میں اب تک سمجھ رہا تھا کہ تم بچی ہو۔۔۔ اس عمر میں دل کے تقاضے انسان کو بری طرح خوار کرتے ہیں۔۔۔ میں شاید تمہاری کم عمری کا فائدہ اٹھا کر اپنا نتیجہ دے کر تمہاری طرف مائل ہو بھی جاتا اگر مجھے یہ سب علم نہ ہوتا کہ یہ سب کیا دھرا مہوش اور قوم کا ہے، جو تمہارے لیے کر رہے ہیں۔۔۔'' اپنے کمرے میں بیٹھے وہ دونوں خود سے باتیں کر رہے تھے لیکن جس طرح وہ میرا ذکر کر رہے تھے تمہارے معاملے میں مجھے انوالو کر رہے تھے تو میرا دل چاہ رہا تھا کہ اسی وقت تمہیں شوٹ کر دوں۔۔۔'' اپنے کردار کے معاملے میں وہ انتہائی جذباتی تھے، اب بھی ایک دم غصے سے کہا تو عیشہ جیسے ہوش میں آئی۔ لرز کر رہ گئی۔ ان کی آنکھیں۔۔۔ وہ تو دیکھ بھی نہ پائی۔

''وراثت کے بعد تو میں نے کبھی کسی اور جانب نگاہ ہی نہ کی تھی، پھر بھلا تم جیسی کم عمر، امیچور لاابالی سی لڑکی کو کیسے اپنی طرف متوجہ کر لیتا۔۔۔ میں نے تو ہر ممکن کوشش کی تھی کہ تم جو حماقت سر انجام دینا چاہتی ہو باز آ جاؤ مگر۔۔۔'' وہ سخت اضطراب کا شکار تھے، کمرے میں ٹہلنے لگے۔

''مہوش اور قوم کے سامنے تم نے میرے متعلق کیا کہا تھا جو دونوں کہہ رہے تھے کہ شہباز بھائی آخر کب تک انکار کر سکتے ہیں۔۔۔ عیشہ جیسی لڑکی تو بڑے بڑوں کی سدھ بدھ کھو دیتی ہے، اگر وہ انوالو نہ ہوتے تو اتنی جلدی ہتھیار کیسے ڈال دیتے۔۔۔ مجھے تو لگتا ہے کہ شہباز بھائی کا ہی کوئی طرز عمل عیشہ کو اس حد تک لے جانے کا سبب بنا ہے۔۔۔ بولو۔۔۔ کیوں انہوں نے یہ بات کہی۔۔۔ بولو جواب دو۔۔۔'' وہ تو خود گنگ تھی، وہ کیا جواب دیتی، شہباز کا یہ سب الفاظ دہراتے غصے سے برا حال ہو رہا تھا، انہوں نے ہمیشہ ایسی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

زندگی گزاری تھی جو ہر طرح کے الزام سے پاک تھی، مگر عینا کے معاملے میں مہوش کی زبانی گفتگو سن کر اس کو سخت دھچکا لگا تھا۔

"مجھے نہیں پتا انہوں نے ایسا کیوں کہا۔۔۔ یقین کریں۔۔۔ میں نہیں جانتی۔۔۔" شہباز سے تو وہ پہلے ہی خائف رہتی تھی، اب اس کا غصہ دیکھ کر مزید ڈر گئی، شہباز نے شعلہ بار نگاہوں سے اسے دیکھا۔ گولڈن عنابی شرارے میں وہ جیولری پہنے میک اپ میں ایک ایسی جیتی جاگتی قیامت لگ رہی تھی، شہباز حیدر نے سختی سے اپنے خیال کو جھٹک دیا۔ ایک نفرت کی نگاہ اس پر ڈالی۔

"انہیں تمہارے متعلق یہ سب کیسے علم ہوا۔۔۔؟" سختی سے باز پرس کی گئی تھی، وہ ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔

"اس رات جب۔۔۔" وہ آہستگی سے بتاتی گئی، وہ خشمگیں نظروں سے سب سنتے رہے۔

"میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں بتایا تھا، اس کے بعد جو بھی ہوا مہوش چچی نے ہی کیا تھا۔۔۔ دادی جان اور چچی جان سے بھی شاید انہوں نے ہی بات کی تھی۔۔۔" سر جھکائے وہ اعتراف جرم کر رہی تھی۔

"دیکھ لیا اپنی کم عقلی کا نتیجہ۔۔۔ تمہاری ذرا سی لرزش لوگوں کو نجانے کس انداز میں سوچنے کا موقع دے رہی ہے۔ تمہیں شاید کوئی فرق نہ پڑے مگر مجھے اپنے کردار کی بڑی پروا ہے۔۔۔ جو ہو گیا وہ تو ایک طرف۔۔۔ آئندہ تمہاری طرف سے مجھے کچھ بھی ان سے سننے کو ملا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔" وہ غصے سے کہہ کر دروازہ دھماک سے بند کر کے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد عینا کا رکا ہوا سانس بحال ہوا۔ مہوش چچی نے ایسی بات کیوں کی۔۔۔ کیا وہ نہیں جانتیں کہ یہ میرے یکطرفہ جذبات تھے، شہباز کا تو ان سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔۔۔ کاش ان کے لیے اس نے کئی راتیں جاگ کر دعائیں مانگی تھیں اور آج یہ رات نصیب میں آئی بھی تھی تو دامن میں لاکھوں وسوسے ڈال گئی تھی۔۔۔ ابھی سے اتنا غصے والا انداز ہے۔۔۔ بعد میں پتہ نہیں کیا ہو گا۔۔۔" اب وہ مستقبل کے خوف سے ہلکان ہونا شروع ہو گئی۔

Famous Urdu Novels

اگلے دن صبح ہوتے ہی وہ مہوش کے پاس جا پہنچی تھی، انہوں نے شہباز کا رویہ بتا کر اس طرح گفتگو کا سبب پوچھا تو وہ ہنستی چلی گئیں۔

Free pdf Library

"احمق ہو تم بھی اور تمہارے وہ صاحب بھی۔۔۔ کل صبح اچانک وہ ہمارے کمرے کے پاس سے گزرے تو مجھے شرارت سوجھی تھی، میں نے فوراً بات پلٹ کر ایسا کہنا شروع کر دیا تھا۔ مجھے پتہ تھا کہ وہ سن رہے ہیں جان بوجھ کر ایسی باتیں کی تھیں، صرف ان کو یہ باور کروانے کے لیے کہ اگر وہ اس طرح چپ رہ کر اپنی ناپسندیدگی اور ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں تو ہم بھی بے خبر نہیں اور انہوں نے اس مذاق کو اپنے انداز میں لے لیا۔۔۔ او مائی گاڈ۔۔۔" وہ ہنس رہی تھیں، عینا خاموشی سے دیکھے گئی۔

"مجھے پتہ نہیں تھا وہ اتنے احمق بلکہ بیوقوف ثابت ہوں گے، بجائے ہمارے اس تعاون پر ہمارا شکریہ ادا کرنے کے وہ نئی جنگ چھیڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔۔۔ کردار پر جب بات آتی ہے تو سب کو ہی غصہ لگتا ہے۔۔۔ یہی بات میں تمہارے حوالے سے انہیں بتانا چاہتی تھی مگر الٹی پڑ گئی ہے۔"

"پھر بھی آپ کو یہ نہیں کہنا چاہیے تھا۔۔۔ وہ اتنے غصے ہو رہے تھے مجھ پر کہ حد نہیں۔۔۔ نجانے کیا کچھ سخت سست کہتے رہے۔۔۔" رات کی باتیں یاد آتے پھر سے آنکھیں بھر گئیں۔

"اوہو۔۔۔ رونا نہیں۔۔۔ میں خود بھائی صاحب سے بات کر کے معاملہ جھاڑ لوں گی۔۔۔ تھوڑی بہت ان کی بھی برین واشنگ ہونے کی ضرورت ہے۔۔۔ دیکھو کیا کرتی ہوں، تم اب آرام سے رہو۔۔۔ نکاح ہو چکا ہے دونوں کا، کچھ نہیں کہیں گے وہ۔۔۔" انہوں نے اسے پھر سے بہلا لیا تھا۔ مہوش نے شہباز سے بھی بات کی تھی، اس کا کیا ردعمل تھا، عینا کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ دو دن بعد

یونیورسٹی جانے کو تیار ہو کر کمرے سے نکلی تو شہباز ٹیبل پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔ نکاح کے بعد پہلا تصادم تھا، اس رات کے بعد تو وہ ان کے سامنے آنے سے بھی ڈرنے لگی تھی، انہوں نے سرسری نظر ڈالی تھی۔ چچی امی نے اس کی بلائیں لیں، پھر ناشتہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ شہباز کے سامنے والی کرسی پر بیٹھے وہ خاموشی سے ناشتہ کر رہی تھی، جب شہباز نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"شہباز بیٹا! آج سے عینا کو تم یونیورسٹی چھوڑ کر آیا کرو گے۔۔۔ خیر سے یہ تمہاری ذمہ داری ہے، یہ اکیلی کیوں آیا جایا کرے۔۔۔" عینا نے حیران ہو کر چچی امی کو دیکھا، شہباز نے اس حکم پر ناگواری سے اسے دیکھا تھا، وہ فوراً سر جھکا گئی۔ وہ ہمیشہ اکیلی یونیورسٹی کی بس میں ہی آتی جاتی تھی مگر آج۔۔۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔۔" اس وقت کچن میں ان تینوں کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا، اسی لیے شہباز حیدر نے اپنی ناگواری نہیں چھپائی تھی۔

"شہباز۔۔۔" انہوں نے سختی سے ٹوکا تو عینا نے گھبرا کر دیکھا۔

"رہنے دیں چچی۔۔۔ میں چلی جاؤں گی۔۔۔ اور خود ہی تو جاتی ہوں۔۔۔ یونیورسٹی روٹ کی بس ہمارے روٹ سے ہی گزرتی ہے۔۔۔" شہباز حیدر کے تیوروں سے خائف ہو کر اس نے فوراً مداخلت کی تھی۔

"پہلے کی بات اور تھی۔۔۔ جب گھر میں شوہر کی گاڑی کی سہولت موجود ہے تو پھر تم کیوں بسوں، ویگنوں میں خوار ہو۔۔۔ ویسے بھی اب تم شہباز کی ذمہ داری ہو۔۔۔" اس نے کن انکھیوں سے شہباز کے چہرے کے تاثرات کی ناگواری جانچی۔

"میں گاڑی نکال رہا ہوں۔۔۔" ماں کی بات کے جواب میں غصے سے کہہ کر وہ باہر نکل گئے تھے، عینا نے بے چارگی سے چچی کو دیکھا۔

Famous Urdu Novels

"انہیں کوئی کام ہو گا۔۔۔ رہنے دیں۔۔۔" وہ خود بھی شہباز کے ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی، مگر کہتی کیسے۔

Free pdf Library

"کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ اپنے کام پر جاتے تمہیں بھی چھوڑ دے گا تو قیامت نہیں آ جائے گی۔۔۔" شہباز حیدر کے تیور وہ بھی اچھی طرح سمجھ رہی تھیں، اسی لیے تو انہوں نے یہ نیا حکم نامہ نافذ کیا تھا۔ مرے مرے قدموں سے باہر آئی تو وہ منتظر تھے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی انہوں نے تیزی سے گاڑی اسٹارٹ کی تھی، عینا ان کے بگڑے زاویے دیکھ کر ہولتی رہی۔

"آج کے امی کے اس نئے حکم نامے کا میں کیا مطلب سمجھوں۔۔۔؟" مرکزی سگنل پر گاڑی رکی تھی، جب نہایت تلخ آواز میں پوچھا گیا تھا۔

"جی۔۔۔" وہ کچھ نہیں سمجھی تھی۔

"دیکھو عینا۔۔۔ میں تمہاری اپنی زندگی میں اس حد تک بے جا مداخلت قطعی برداشت نہیں کروں گا۔۔۔ انسان کی برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔۔۔ میں تمہیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرے ساتھ یہ سب نہیں چلے گا۔۔۔ گھر والوں کی وجہ سے تمہیں فی الحال برداشت کرنے پر مجبور ہوں، تو میری اس مجبوری کو میری زندگی کا امتحان مت بناؤ۔۔۔ ورنہ پچھتاؤ گی۔۔۔" انتہائی سخت لہجے میں دنیا بھر کی بیزاری لیے انہوں نے اندر کی ساری تلخی اس پر انڈیلی تھی۔

"میں نے چچی جان کو منع کیا تھا۔۔۔" اپنی اس قدر عزت افزائی پر پہلے تو وہ ہکا بکا رہ گئی، پھر بمشکل کہا بھی تو آنسو چھلک آئے۔ ہر بار یہ شخص اسے رلا دیتا تھا۔ سگنل کھلنے پر شہباز نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی، عینا کو تسلسل سے آنسو بہاتے دیکھ کر وہ الجھا۔

"کیا لوگی چپ ہونے کا۔۔۔" سرد آواز پر اس کے آنسو بھی ٹھہر گئے۔

"کیا مصیبت ہے۔۔۔ زندگی عذاب ہو کر رہ گئی۔۔۔" وہ اب خود سے بیزار ہو رہا تھا، عینا کا دل بھر آیا، پھر ہاتھوں

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

میں چہرہ چھپا کر رو دی۔ یہ بھی زندگی کا کیسا ساتھی تھا، پتھر۔۔۔ سنگدل۔۔۔ کٹھور۔۔۔

"عیشہ۔۔۔" بے چارگی سے ایک طرف گاڑی روک کر اس کی طرف رخ کیا، انداز ایسا تھا کہ جیسے ایک پل میں اسے کہیں غائب کر دیں گے۔۔۔ یا پھر۔۔۔" وہ اس وقت ضبط کی انتہا پر تھے۔

"مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ کہیں۔۔۔ بس اتار دیں یہیں۔۔۔ چلی جاؤں گی میں خود ہی۔۔۔" اگلے ہی پل وہ اپنا چہرہ صاف کرتے اس نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولا تھا، اس سے پہلے کہ وہ نیچے اترتی، شہباز حیدر نے بھنا کر غصے سے اس کا ہاتھ جھٹک کر زور سے دروازہ بند کر کے لاک کیا تھا۔

"بکواس نہیں کرو۔۔۔ آرام سے بیٹھی رہو۔۔۔" غصے سے گھورتے وارن کیا گیا تھا۔

"کیوں۔۔۔ جب آپ کو میرا وجود اتنا ہی ناگوار گزر رہا ہے تو جانے دیں۔۔۔ آپ کون ہوتے ہیں مجھے روکنے والے۔۔۔ نہیں جاؤں گی میں آپ کے ساتھ کہیں۔۔۔ دروازہ کھولیں۔۔۔" اپنی اس درجہ ہتک آمیزی اور عزت افزائی پر وہ بھی چیخ اٹھی تھی، بے تحاشا روتے ہوئے شہباز حیدر کو دیکھا، جواباً بھینچے اس کے اوپر نظریں جمائے ہوئے تھے۔

"اس رات اتنی بری طرح بے عزت کر دیا تھا کہ میرا کوئی قصور بھی نہ تھا۔ سوئٹ چچی کا مذاق میرے گلے پڑ گیا اور اب آپ کی امی نے آپ کو کہا تھا میں [illegible]۔۔۔ آپ کے پاؤں نہیں پڑی تھی کہ مجھے بھی ساتھ لے کر جائیں۔۔۔ آپ نے فوزان کی وجہ سے یا کسی کے کہنے پر مجھے برداشت کیا ہے تو مجھ پر احسان کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ میں یہ اچھی طرح جانتی ہوں، پتھر ہیں آپ۔۔۔ میں سمجھی تھی کہ پتھر کے سینے میں بھی کوئی دل ہوتا ہے مگر آپ تو۔۔۔" وہ بری طرح شدت سے رو دی۔

"دروازہ کھولیں۔۔۔ میں چلی جاؤں گی، دو پیسے کے علاوہ تو میری ہر ذمہ داری میرے باپ نے نہیں سنبھالی آپ کیا سنبھالیں گے۔۔۔ پلیز دروازہ کھولیں۔۔۔ یہ احسان نہیں کریں مجھ پر۔۔۔" غصے میں جذبات کا بہاؤ اترا تو بالکل چپ ہو گئی، مگر آنسو نہ رکے۔ اس کی عزت نفس پر یہ گہری چوٹ لگی تھی، جو تکلیف بھی شدید دے گئی۔ شہباز حیدر نے خاموشی سے دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کی، وہ بیٹھے چہرہ صاف کرتے ابھی بھی رو رہی تھی، اور پھر مسلسل روتی رہی۔ حتیٰ کہ شہباز نے اس کی یونیورسٹی کیمپس کے سامنے گاڑی روک دی تھی۔ وہ اترنے لگی، مگر دروازہ لاک تھا۔ رخ موڑ کر شہباز کو دیکھا۔

"چہرہ صاف کر لو اپنا۔۔۔" اسی سخت، بے لچک انداز میں کہا گیا تھا، اور ساتھ ہی آگے بڑھ کر دروازہ ان لاک کیا تھا۔

"بے فکر رہیں، میرے رونے سے آپ کے کردار پر کوئی بات نہیں آئے گی۔۔۔" اسی تلخی سے اس نے جواب دیا۔

"عیشہ۔۔۔" شہباز نے بری طرح ٹوک دیا۔ عیشہ جواباً پرواہ کیے بغیر سر جھٹک کر گاڑی سے اتر گئی تھی۔

* * *

شہباز حیدر کے لیے عیشہ کی موجودگی ناقابل برداشت تھی تو عیشہ نے بھی خود کو اتنا مضبوط کر لیا کہ شہباز حیدر کا ہونا یا نہ ہونا اس کے لیے ایک برابر رہ گیا۔ وہ اس سے محبت ضرور کرتی تھی، دونوں کے درمیان ایک مضبوط تعلق تھا، سو وہ مطمئن تھی، اور یہی اطمینان اس دن کے بعد جب شہباز کی گاڑی میں تھی کے بعد اس کے ہر انداز سے چھلکنے لگا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اب شہباز حیدر کو اپنی اس درجہ تذلیل کرنے کا موقع نہیں دے گی۔ اس نے بھی خود کو جان بوجھ کر بے حسی کی چادر اوڑھا دی تھی، فوزان کی ذمہ داری وہ اب بھی پوری خوش اسلوبی سے نبھاتی تھی، مگر شہباز حیدر کے سلسلے میں اس نے مکمل لاتعلقی اختیار کر لی تھی، ایک گھر میں رہتے ہوئے سب کی موجودگی میں یہ ممکن تو نہ تھا مگر شہباز حیدر کے سلسلے میں اس نے یہ ممکن کر لیا تھا۔

محسن جاوید کا رشتہ شہلا واجد کے لیے آیا تھا، ویسے تو یہ سب کے لیے حیرت کی بات تھی مگر عیشہ کو شاید اس رشتے کی امید تھی

اور پھر بڑوں میں یہ رشتہ فائنل ہو گیا تھا۔ دونوں طرف سے باقاعدہ منگنی کا ارادہ تھا، منگنی کے دنوں میں وہ فوزان سمیت واجد صاحب کے ہاں چلی آئی تھی، یونیورسٹی سے ادھر چلی جاتی تھی، فوزان بھی پابندی سے اسکول جا رہا تھا، منگنی کی تقریب تین دن بعد تھی، ہفتہ ہو گیا تھا اسے یہاں آئے ہوئے۔ آج کل اس کے بہت ضروری پریکٹیکل ہو رہے تھے، اس لیے روز یونیورسٹی آنا پڑ رہا تھا۔ آج بھی اسی سلسلے میں وہ آئی تھی، سارا دن مصروف گزرا تھا، تین بجے کے قریب وہ فارغ ہوئی تھی۔ شہلا کو آج شاپنگ کے لیے جانا تھا، اس نے جلدی آنے کو کہا تھا، وہ تیز تیز قدم اٹھاتے گیٹ سے باہر نکلی تھی، مگر اپنے سامنے کھڑی سیاہ گاڑی کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔ بڑے سے ریلیکس موڈ میں گاڑی سے ٹیک لگائے، سن گلاسز لگائے شہباز حیدر منتظر تھے، جبکہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر نظر آتے شہلا اور فوزان کے چہرے۔۔۔

"آپ۔۔۔" پورے ایک ہفتے بعد دیکھ رہی تھی، سو وہ بھی یہاں۔۔۔ حیرت بجا تھی۔

"السلام علیکم۔۔۔" اسے ایک اور جھٹکا لگا، غور سے دیکھا، یہ شخص اس پر سلامتی بھیجنا تو دور کی بات نفرت کی نظر ڈالتے ہوئے بھی ہزار بار سوچتا تھا، وہ خاموشی سے سر ہلا گئی۔ شہلا نے بھی اسے دیکھ کر گاڑی کا شیشہ نیچے کیا۔

"آپ کے انکار سے گھبرا کر میں آپ کو لینے آ گئی ہوں۔۔۔ شہباز بھائی یونہی آئے تھے، میں نے چلنے کو کہا تو چلے آئے۔۔۔ اب فٹافٹ بیٹھیں، پہلے ہی بڑی دیر ہو چکی ہے۔۔۔" بھائی بات پر اس نے ایک گہری سانس لی، ورنہ شہباز حیدر کی غیر متوقع آمد پر جانے دل خوش فہمیوں کے کن سمندروں میں [illegible] مسکرا کر وہ آگے بڑھی، فرنٹ ڈور کھلا ہوا تھا، وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"فوزان۔۔۔ آپ اسکول سے کب آئے۔۔۔ اور یہ [illegible]۔۔۔" پچھلی طرف رخ کر کے اس نے فوزان سے پوچھا تھا۔

"یہ ایک بجے ہی آ گیا تھا، دادا جان عدیل وغیرہ کو لینے گئے تو ان کے ساتھ چلا گیا تھا، دو بجے کے قریب شہباز بھائی اسے یہیں چھوڑنے آئے تھے، کہہ رہے تھے کہ آپ کے پاس آنے کی ضد کر رہا تھا۔" شہلا نے جواب دیا تھا۔

"کھانا کھایا تھا۔۔۔؟"

"دادو نے کھلا دیا تھا۔۔۔ پھر پاپا نے آئس کریم کھلائی تھی۔۔۔ ماما میں آگے آ جاؤں۔۔۔؟" اس کے مسکرا کر سر ہلانے پر وہ سیٹ کی بیک سے جگہ بنا کر اچھل کر آگے آ گیا تھا، اس کی جھولی میں بیٹھ کر بتانے لگا۔

"ماما۔۔۔ پاپا نے پرامس کیا ہے کہ وہ آج مجھے شاپنگ سے اچھے اچھے کپڑے لے کر دیں گے۔۔۔ کھلونے بھی اور بڑا سا جہاز بھی۔۔۔" فوزان کے چہرے کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی، وہ مسکرا دی۔

"پاپا ماما کے بھی اچھے اچھے کپڑے لیں گے اور آپ کے بھی۔۔۔" اس کے مسکرانے پر وہ فوراً گاڑی ڈرائیو کرتے شہباز کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ عیشہ نے فوراً رخ بدل لیا، باہر دیکھنے لگی، اس دن کے بعد اس نے اس شخص سے بات کرنا چھوڑ دیا تھا۔

"ہوں۔۔۔" شہباز نے بیٹے کے جواب میں کہا تھا۔

"ماما۔۔۔ آپ کیسے کپڑے لیں گی۔۔۔؟ بالکل ویسے لیجئے گا جیسے آپ نے اس دن پہنے تھے جب آپ دلہن بنی تھیں نا۔۔۔ پاپا ہم ماما کے دلہنوں والے کپڑے لیں گے۔۔۔ ہیں نا۔۔۔؟" وہ شہباز کے ساتھ ساتھ اس کا بھی سر کھا رہا تھا۔ عیشہ ایک دم خفت سے دوچار ہوئی۔

"فوزی چپ کر کے بیٹھو۔۔۔" اس نے ٹوک دیا۔ "بڑی باتیں کرنی آ گئی ہیں تمہیں۔۔۔" شہباز حیدر نے رخ موڑ کر اسے دیکھا، سرخ خفت سے دوچار چہرے پر برہمی کے آثار تھے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھی شہلا، عیشہ کے فوزان کو ڈانٹنے پر ہنس دی۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"بھلا بچے بیچارے کو کیوں ڈانٹ رہی ہو۔۔ اس میں اس کا کیا قصور۔۔؟"

"بڑا تیز ہوتا جارہا ہے یہ۔" منہ بسورتے فوزان کو دیکھ کر اس نے اپنی خفت مٹائی تھی، ہلکی سی چپت لگائی تھی، اس کا منہ پھول گیا۔

"مجھے نہیں بیٹھنا آپ کے پاس۔۔ گندی ہیں۔۔ ڈانٹتی ہیں، پاپا، ماما گندی ہیں۔۔" فوزان کو ڈانٹ کا بڑا اچھا توڑ واک آؤٹ کرجاتا تھا، اب بھی عینہ کے ڈانٹنے پر برے برے منہ بناتا اس کی گود سے نکل کر شہباز کی گود میں جا بیٹھا تھا۔ شہباز نے گاڑی ڈرائیو کرتے اس کے گرد بازو لپیٹ کر سیدھا کیا تھا، پھر مسکرا کر دیکھا۔ عینہ چپ کر کے باہر دیکھنے لگی۔ شہلا نے اپنی ضروری شاپنگ کرلی تھی، اس نے وہ وہی کی تھی۔ شہباز حیدر نے فوزان کے لیے کچھ کپڑے کھلونے اور ضروری چیزیں لی تھیں، پھر سردیوں کا موسم تھا اسی مناسبت سے کپڑے خریدے تھے شہلا کے بار بار کہنے پر بھی عینہ نے کچھ نہیں لیا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ اس کے پاس پیسے نہیں تھے دادا جان واجد صاحب وداوی امی سب ہی اسے اکثر پیسے دیتے رہتے تھے، اس وقت بھی اچھے خاصے پیسے تھے مگر دل جب نہ مانتا ہو تو کچھ چیز بھی اچھی نہیں لگتی، شہباز حیدر ہوتے تو شاید کچھ لے لیتی مگر اب دل میں کوئی جذبہ نہ تھا، پھر اس کے پاس اچھے خاصے کپڑے موجود تھے۔ نکاح کے لیے پانچ چھ اچھے خاصے قیمتی فینسی ڈریس چچی جان نے بنوائے تھے، وہ بغیر چھوئے پڑے ہوئے تھے، وہ مطمئن تھی، کہ ان میں سے کوئی ایک پہن لے گی۔ وہ دونوں جیولری کی دکان میں تھیں، جب شہباز فوزان کو ان کے پاس چھوڑ کر خود چلا گیا تھا، ایک گھنٹے کے بعد ان کی آمد ہوئی تھی، ان کے ہاتھ میں کئی شاپرز تھے، شاید انہوں نے اپنے لیے شاپنگ کی تھی، شہلا کی شاپنگ مکمل تھی، صرف شہباز کا انتظار تھا، شام ہو رہی تھی، عینہ کا بھوک سے برا حال ہو رہا تھا، صبح سے پیٹ میں سلائس اور ایک چائے کے کپ کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا، اوپر سے یہ بازاری خریداری۔۔ سارا دن باہر گزار کر اب اس کا جسم درد سے بے حال ہو رہا تھا۔

واپسی میں شہباز ان کو ایک ریسٹورنٹ میں لے آئے تھے، عینہ سیدھا گھر جانا چاہتی تھی، اسے ہوٹلوں کی یہ عیاشی کبھی اچھی نہ لگی تھی مگر اب کیا کہہ سکتی تھی، اس نے شہباز حیدر سے بھی نہ بولنے کی قسم کھائی تھی، بھوک سے برا حال ہونے کے باوجود عینہ واجد نے ایک لقمہ بھی نہیں لیا تھا۔ فوزان شہلا نے اس سے کئی مرتبہ کچھ نہ کچھ کھالینے کا اصرار کیا تھا مگر پانی کے ایک گلاس کے علاوہ اس نے حلق سے کچھ بھی نہ اتارا تھا۔ شہباز حیدر اسے فوزان کی وجہ سے اپنی زندگی میں شامل کرنے پر مجبور ہوا تھا، وہ جان گئی تھی سو اس نے خود کو فوزان کی حد تک محدود کرلیا تھا، وہ اس شخص کا کوئی احسان نہیں لینا چاہتی تھی، وہ واپسی کا سفر وہ شام کے پھیلتے اندھیرے میں کچھ نہ کچھ سوچتی رہی تھی۔ فوزان اس کی گود میں تھا، وہ سارے دن کی تھکن کی وجہ سے سوچکا تھا، شہلا اور شہباز کوئی نہ کوئی بات کرتے رہے تھے، جبکہ وہ بالکل گم صم تھی۔ آج شہباز حیدر جب تک ان کے ساتھ تھا قدم بہ قدم پر اس کی موجودگی عینہ کو ڈسٹرب کرتی رہی تھی مگر اس موجودگی میں بھی لاتعلق تھی اور اسی لاتعلقی نے عینہ واجد کے اندر کی رہی سہی طاقت بھی سلب کرلی تھی گھر آکر اس نے سوئے ہوئے فوزان کو اٹھا کر سنبھال کر گاڑی سے قدم باہر رکھے تھے۔ جب شہباز نے دوسری طرف آکر اس کے بازوؤں سے فوزان کو لے لیا تھا، وہ لب بھینچ کر اپنا بیگ کتابیں اور فائل لے کر سیدھی اپنے کمرے کی طرف آگئی تھی، جو اس گھر میں اس کے لیے مخصوص تھا۔ شہباز حیدر فوزان کو اٹھائے دوسرے ہاتھ میں مختلف شاپنگ بیگز بھی بستر پر ڈھیر کیے۔ ان سب میں فوزان کی شاپنگ تھی مگر سبز رنگ کا وہ شاپنگ بیگ اٹھا کر شہباز نے اس کی طرف بڑھایا تھا، وہ حیران ہو کر دیکھنے لگی۔ "یہ میں نے تمہارے لیے خریدا تھا۔۔" عینہ کے ہونٹوں پر [illegible] آٹھہری۔

"کیوں۔۔"

شہباز نے بغور دیکھا، اس دن کی روتی بسورتی عینہ کے برعکس کچھ مختلف سی لگی۔

"فوزان کے لیے کی تھی تو ظاہر ہے تمہارے لیے بھی کی ہے۔۔ کیوں کا کیا سوال۔۔؟" انہوں نے رعب سے کہا تھا مگر

وہ ان کے رعب میں اب نہیں آنے والی تھی۔

"پلیز مجھ پر یہ احسان کرنے کی ضرورت نہیں۔۔ اپنا یہ شاپنگ بیگ اٹھائیں اور لے جائیں۔۔ مجھے آپ کی یہ خیرات نہیں چاہیے۔۔" اگلے ہی لمحے وہ غصے سے پھنکاری تو شہباز نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔۔" اگلے ہی لمحے ان کا ازلی غصہ عود کر آیا۔ خاص طور پر خیرات کے لفظ پر۔

"جی الحمدللہ۔۔ مکمل ہوش و حواس میں ہوں اور مجھے اپنی اوقات بھی اچھی طرح یاد ہے۔۔ میں نے اپنی پوری کوشش کی تھی کہ بھولے سے بھی آپ کے منہ لگنے کی کوشش نہ کروں مگر آپ مجبور کرتے ہیں۔۔ میرے لیے میرے باپ کا پیسہ کافی ہے۔ آپ اپنی یہ "خیرات" کسی اور کی جھولی میں جا کر ڈالیں۔۔" وہ تو دو دھاری تلوار بنی ہوئی تھی۔ شہباز حیدر غم و غصے سے دیکھے گئے۔

"عینہ۔۔" "خیرات" کے لفظ پر وہ بری طرح دھاڑے تھے، وہ سر جھٹک گئی۔

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ نے ہی تو کہا تھا کہ آپ مجھے اپنے گھر والوں کی وجہ سے فوزان کی وجہ سے اپنانے پر مجبور ہوئے ہیں، اور میں صرف فوزان کے لیے مخصوص ہوں۔۔ آپ کے نزدیک میری ذات کی کوئی اہمیت نہیں۔۔ تو اب یہ عنایت کیوں۔۔ اس لیے کہ آپ اپنے بیٹے کے حصے کی بچی کچی خیرات میری جھولی میں ڈال کر احسان کرنا چاہتے ہیں۔۔ میں نے تو اس دن کے بعد آپ کی راہ میں آنا، آپ کی طرف دیکھنا تو دور کی بات وہاں سے گزرنا تک چھوڑ دیا ہے۔۔ جہاں مجھے گمان گزرتا ہے کہ آپ کی موجودگی ممکن ہے۔۔ تو پھر یہ عنایت کیوں۔۔؟"

شہباز حیدر غصے سے اسے دیکھے گئے۔

"بس تمہارا دماغ خراب ہے، خناس بھرا ہوا ہے اس میں اور کچھ نہیں۔۔" غصے سے شاپنگ بیگ بستر پر پٹختے وہ باہر نکل گئے تو عینہ نے تیزی سے آگے بڑھ کر وہ شاپر اٹھایا تھا، ان کے پیچھے لپکی تھی، وہ بغیر دیکھے گاڑی کی طرف چل رہے تھے۔

"کیا ہوا۔۔؟" وہ بھی تیزی سے ان کے پیچھے بھاگی تو پیچھے سے شہلا نے آواز دی مگر وہ پلٹے بغیر ان تک پہنچی تھی، وہ گاڑی اسٹارٹ کرچکے تھے۔

"مجھے اس خیرات کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔۔ میرے پاس اللہ کا دیا بہت کچھ ہے۔۔ نہ ہی مجھے آپ کی اس نام نہاد نفرت کی ضرورت ہے، جس کا راگ آپ الاپتے رہتے ہیں، اتنی ہی بری لگتی ہوں تو مجھے میری ذات کو تسلیم کرتے ہوئے میری برائیوں کا ذکر کریں۔۔ میں اُف کرلوں تو کہیے گا۔۔ مگر اس بے وجہ کا ٹھکرائے جانا برداشت نہیں کروں گی۔۔ اپنے جذبوں سے ہار کر آپ کا نام مقدر میں لکھوایا ہے تو اس خیرات سے بڑھ کر حق طلب کرنے کا حق رکھتی ہوں۔۔ اگر دینی ہی ہے تو مجھے میری وہ عزت دیجیے، جو بیوی ہونے کے ناطے آپ پر فرض ہے، یہ خیرات نہیں۔۔" ان کی طرف آکر کھڑکی میں جھک کر سب کہہ کر شاپنگ بیگ اندر پھینک کر وہ رکی نہیں تھی، تیز رفتاری سے پلٹ بھی گئی تھی۔ وہ گم صم، ہواس باختہ حیرت زدہ دیکھتے رہ گئے تھے۔

* * *

اقرار گئے، انکار گئے، ہم ہار گئے
جینے کے سب آثار گئے، ہم ہار گئے
کچھ یادیں اس کی بیچ سمندر ڈوب گئیں
کچھ سپنے اپنے رہ اس پار گئے ہم ہار گئے
اک عمر رہے ہیں جیت سے بے پروا لیکن

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

جب جیتنا چاہا جیون وار گئے ہم ہار گئے

وہ ابھی تک حیرت زدہ پریشان اور گم صم تھے۔۔۔وہ جس لڑکی کو کبھی کسی خاطر میں نہیں لائے تھے، جسے ہمیشہ نادان کم عقل اور نادان لڑکی سمجھتے رہے تھے، وہ ہی ان کی شکست کا باعث بنتی جارہی تھی، اور وہ ابھی بری طرح حیرت زدہ تھے۔ ابھی تک گم صم تھے کہ نہیں پار رہے تھے، جو حفاظتی بند باندھتے آرہے تھے، وہ ایک دم کیوں ٹوٹتے جارہے ہیں۔۔۔ ان دیکھی خواہشیں، جذبوں کا منہ زور ریلا ان حفاظتی بندھوں اور بندشوں کی پرواہ کیے بغیر اب سب کچھ بہا لے جانا چاہ رہا تھا۔ کیوں۔۔۔ وہ ایک دم اچانک کمزور پڑنے جارہے ہیں۔۔۔ جذبے اس قدر منہ زور تھے، یا حفاظتی اقدامات بے حیثیت تھے، وہ ابھی تک حیرت زدہ تھے۔ وہ بیچ ہار رہے تھے، یا جیت کا کوئی موقع باقی تھا۔ گزرے لمحوں کا حساب کرتے وہ خود سے بھی بے پرواہ ہورہے تھے۔

کل شہلا کی رسم منگنی تھی، اس وقت سب ادھر گئے تھے مگر وہ بہت چاہنے کے باوجود ادھر نہیں جا سکے تھے، ادھر وہ تھی، ان کی شکست کا سامان۔۔۔ جسے انہوں نے بار بار لا یا تھا، اور خوب ڈرایا تھا، جسے اپنے لفظوں، جملوں، طنز کے نشتروں سے بار بار گھائل کیا تھا، جو ہر بار ان کے ہاتھوں بری طرح تختہ مشق بنتی تھی، جنگ کے ساتھ ذلت کا احساس اٹھاتی تھی۔ اپنے اندر کے کسی ہار جانے والے خدشے کے سر ابھارنے سے پہلے ہی وہ اسے بے عزت کر کے رکھ دیتے تھے، اور پھر بھی دل مطمئن نہ ہو پاتا تھا، ہار تو جیسے نصیب میں لکھی جا چکی تھی، وہ اس کے مقدر میں لکھی جا چکی تھی، وہ ان کی بن چکی تھی، وہ ان کی زندگی میں اپنا نام منوا چکی تھی، پھر بھی وہ اسے ٹھکرا دیتے تھے۔ ہر بار دھتکار دیتے تھے، اور ہر بار دھتکار دینے کے بعد خود بھی تکلیف سے دوچار ہو جاتے تھے کہ ان کی طبیعت کا رنگ تھا۔

وریشہ عبداللہ ان کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی تھی، جو صرف ان کی تایا زاد ہی نہیں، محبت بھی تھی، اور پھر وہ ان کی زندگی میں ایک خواب بن کر آئی تھی، تین سال کے مختصر وقفے میں ان کی زندگی میں گل و گلزار کے باغات آباد کرنے کے بعد بے آباد بھی کر گئی۔ وریشہ کے بعد وہ ٹوٹ کر بکھرے تھے، وقت سب سے بڑا مرہم ہے، فوزان کو عیدہ نے سنبھال لیا اور وہ اپنی ذات میں گم ہوتے چلے گئے، گھر والوں نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شادی کا اصرار بڑھا تو انہوں نے چپ اوڑھ لی۔ اور عیدہ کے بعد ان کا دل مردہ سا ہو گیا تھا، پھر اصرار بڑھا تو انہوں نے فوزان کا بہانہ کر کے ٹالنا شروع کر دیا، وقت رکنے کا نام تو نہیں۔۔۔ ہر زخم کا علاج ممکن ہے اور قدرت نے ان کے سامنے عیدہ واجد کو لا کھڑا کیا، جو ہو بہو وریشہ کی کاپی تھی۔ شکل صورت سے لے کر عادات و اطوار میں بھی اس جیسی، وہ سارے خاندان کی ہر دلعزیز اور محبوب لڑکی تھی۔ مگر باپ کی طرف سے بے اعتنائی کا شکار۔۔۔ واجد صاحب اس کا ہر لحاظ سے خیال رکھتے تھے مگر اولاد کو جو خصوصی توجہ والدین سے ملتی ہے، وہ اس سے محروم تھی۔ اس بات کا احساس سب کو تھا، اور سبھی اس کا خاص خیال رکھتے تھے، وہ پڑھنے کی شوقین تھی، سو ہر کسی نے اس کی پڑھائی کا خاص خیال رکھا تھا، وہ فوزان کے معاملے میں حد سے زیادہ حساس اور پاگل تھی تو سب نے اسے فوزان کی ذات میں گم ہونے سے نہیں روکا تھا۔ اور شاید یہیں سے غلطی کی ابتداء ہوئی تھی، اور جب شہباز حیدر کو غلطی کی سنگینی کا احساس ہوا، وقت بہت گزر چکا تھا، عیدہ واجد کے دل و دماغ میں ایک واضح تصویر اتر آئی تھی، اور جب انہیں اپنے شک کے یقین ہونے پر مہر ثبت ہوئی تو انہوں نے حفاظتی اقدامات کرنے شروع کر دیے تھے۔ وہ اس ننھی سی لڑکی سے ڈر گئے تھے، جس کی گہری آنکھوں کے سمندر میں ان کی شکست کا سامان کرنے کے لیے کافی ہو سکتے تھے۔ انہیں لگتا تھا کہ جیسے وہ ان کی ذات کے گرد کھڑی بلند و بالا فصیلوں کو ڈھانے کے چکر میں ہے اور ہر بار اس سے سامنے کے بعد وہ اپنے گرد موجود فصیلوں کو مزید بلند کر لیتے تھے، وہ پتھر نہیں تھے مگر خود کو پتھر بنانے پر مجبور تھے۔ وہ بے حس نہیں تھے، مگر اپنی بے حسی کا مظاہرہ کرنے میں ہی انہیں عیدہ واجد کی بھلائی دکھائی دے رہی تھی، ایسے میں فوزان کا اس سے حد سے زیادہ لگاؤ، وہ جتنی بھی کوشش کرتے کہ فوزان کی توجہ اس کی ذات سے ہٹ کر اپنی طرف مبذول کروالیں، انہیں اس قدر ناکامی کا سامنا کرنا

پڑتا۔ اور وہ ایک ماہ جو انہوں نے انکشاف کے بعد فوزان کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں گزارا تھا، وہ ایک ماہ بھی بیکار گیا، انہیں اپنی حماقت کا شدید احساس ہوا جب انہوں نے بہلا پھسلا کر فوزان کو اپنے پاس سلانے پر راضی کر لیا تھا، مگر آدھی رات کو نیند سے اٹھ کر فوزان کا رونا دھونا، وہ سخت اذیت سے دوچار ہو گئے تھے۔ وہ ایک ماہ کا عرصہ جو انہوں نے فوزان کے لیے ہر کام کو پس پشت ڈال کر گزارا تھا، عیدہ کے ساتھ گزارے چھ سالوں کی تربیت و عادت کو بدلنے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ وہ لڑکی فوزان کی صورت ان کی سب سے بڑی شکست بن کر سامنے آئی تھی، وہ تلملا کر رہ گئے تھے، اس تصور سے ہی ان کا بیٹا ہی ان کے قابو میں نہیں آرہا تھا۔ اور اسی رات اس کے کمرے تک جاتے ہوئے فوزان کو اس کے بازوؤں میں دیتے ہوئے، اسے تکتی سے دیکھتے ہوئے غصے سے اپنا بیٹا باخبر ہونے کا اظہار کرتے ہوئے انہیں ہر لمحہ اپنے ہار جانے کا دھڑکا لگا تھا، اور اس دھڑکے نے انہیں مزید تلخ کر دیا تھا، اور اگلی صبح جب وہ ان کے سامنے کھانے کی ٹرے لے کر آئی تھی، وہ پھر اس خوف سے بھڑکتے چلے گئے تھے کہ یہ لڑکی باقاعدہ ان کی شکست کا اہتمام کرنے سامنے آ چکی ہے، تب انہوں نے اندر کی جھلاہٹ، خوف، ہار جانے کے ڈر کو اپنے غصے، اپنی تند مزاجی میں لپیٹ کر اس لڑکی کو بری طرح نفرت کا اظہار کرتے دھتکار دیا تھا، کچھ عیدہ واجد کے بھرپور صاف اظہار نے اس کے اندر آتش فشاں کو گویا ہوا دے دیا تھا، وہ خود بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں مگر خود کو کچھ بھی تلخ نفرت انگیز کہنے سے باز بھی نہیں رکھ سکے تھے۔ اور تب تو حد ہی ہو گئی تھی جب انہوں نے عیدہ کے منہ پر اپنا ہاتھ اٹھا دیا تھا۔

”پلیز شہباز۔۔۔ میرے ساتھ یوں پیش نہیں آئیں۔۔۔ مجھے اتنی نفرت سے مت دھتکاریں، میں آپ کو کب مجبور کر رہی ہوں کہ میری محبت قبول کریں، کم از کم فوزان کے لیے تو اپنی زندگی میں آنے کی اجازت دے دیں۔۔۔ قسم سے سارے زندگی کچھ نہیں مانگوں گی۔۔۔ مگر آپ کی نفرت نہیں سہہ سکتی۔۔۔ پلیز شہباز۔۔۔“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر انہیں پکار رہی تھی، جس لڑکی کو انہوں نے ہمیشہ اپنی ججتی کے روپ میں دیکھا تھا، اس کے منہ سے یہ اظہار، یہ التجا کیسے برداشت کر لیتے۔ وہ بری طرح رو رہی تھی، سسک رہی تھی، وہ کمرے سے نکل گئے تھے، اور پھر وہ سارا دن انہوں نے بہت اذیت میں گزارا تھا، وہ لڑکی جو فوزان کے پاؤں کی زنجیر بنتے کو بے تاب تھی، اس کی سسکیاں ان کے دل کے گرد بلند و بالا فصیلوں کو ڈھانے کے درپے تھیں اور اس کا ہر انداز ان کو گھائل کرنے کو کافی تھا۔ وہ سارا دن بہت مضطرب رہے تھے، رات کو لیٹ آئے تھے۔ اور اگلے دن جب ان کی حالت سے بیگانہ تھیں، یکسر وہ سب بھول بھال گئے تھے۔ ہاسپٹل میں اپنے باپ کے ساتھ خوار ہوتے ہوئے ڈاکٹروں کے پیچھے بھاگتے انہیں ایک دم احساس ہوا تھا کہ یہ لڑکی اتنی کمزور نہیں جتنی وہ سمجھ رہے ہیں، وہ لڑکی تو ان کی شکست کا پورا اہتمام کیے ہوئے تھی، بخار سے وہ نڈھال ہو گئی تھی، ہوش میں آنے کے بعد وہ ان کی طرف دیکھنے سے اجتناب کر رہی تھی، تو وہ خود بھی اس کا سامنا کرنے سے بچ رہے تھے، وہ رات انہوں نے اپنے کمرے میں فوزان کے ساتھ گزاری تھی۔ اور پھر اس لڑکی کا ہر روپ، ہر انداز یاد کرتے انہیں ندامت کا احساس ہوتا جارہا تھا، تمام تر کم انہیں اس کے ساتھ اس قدر تلخی سے پیش نہیں آنا چاہیے تھا، گویا ان کے اندر کا انسان موم ہو رہا تھا۔

عیدہ ہاسپٹل سے آنے کے بعد اپنے باپ کے پاس چلی گئی تھی، وہ بھی واجد صاحب کے ہاں ایک دن سے زیادہ نہیں رکی تھی، اسے چار دن ہو گئے تھے وہاں گئے ہوئے، فوزان اس کے بغیر بڑا تنگ کر رہا تھا، انہوں نے قیوم کو اسے لینے کو بھیجا تھا مگر وہ نہیں آئی تھی، انہیں خوش ہونا چاہیے تھا کہ وہ ان کے کہنے کے مطابق ان کے بیٹے کی زندگی میں معاملات سے دور ہو رہی ہے، مگر مشکل ہو گئے تھے۔ دو دن تک فوزان کی طبیعت خراب ہو گئی تھی مجبوراً انہیں خود جانا پڑا تھا، وہ آ گئی تھی، انہوں نے اسے تلخی کے ساتھ باور کروا دیا تھا کہ وہ اسے صرف اور صرف فوزان کی وجہ سے اہمیت دینے پر مجبور ہے۔ وہ رو دی تھی، اور گھر آ کر اس نے فوزان کو سمیٹ لیا تھا، اگلے دن وہ بھلا چنگا ہو گیا تھا، ان کے اندر آندھیاں سی چلنا شروع ہو گئی تھیں۔ اور انہی دنوں اس کے اندر عیدہ واجد کو پس منظر سے غائب کر دینے کی تحریک ایسی ابھری کہ وہ جاوید صاحب کے ہاں چلے گئے، وہ ان کے والد اور تایا ابا کے دیرینہ دوست تھے، انہوں

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

سے انہیں اپنے بیٹے محسن جاوید کے لیے کوئی اچھا سا رشتہ دکھانے کی بات کی تھی، وہاں جا کر عیشہ سے بار ہا مل چکے تھے، عیشہ ... ہوئے اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔۔۔ ان کا مقصد عیشہ کو جلد از جلد اپنی اور فوزان کی زندگی سے دور کرنا تھا، وہ اس میں بہت حد تک کامیاب بھی تھے، اگر عیشہ واجد خود جا کر محسن جاوید کو انکار نہ کر دیتی، انہوں نے محسن جاوید کے آفس کے باہر کھڑے ہو کر عیشہ کے انکار کو سنا تھا، جی چاہ رہا تھا کہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس لڑکی کا چہرہ سرخ کر دیں، وہ کون ہوتی تھی ان کے ہر عمل کو رد کرنے والی۔۔۔ وہ بہت مشکل سے خود پر قابو کر پائے تھے، اس نے صرف محسن جاوید کے رشتے سے ہی انکار نہیں کیا تھا بلکہ اگلے دن وہ ان ... بھی اس کے لیے پریشانی کا باعث بن چکا تھا، اور اس رات وہ پھر ان کے سامنے کھڑی تھی، جس طرح وہ انکار کر رہی تھی، جس طرح وہ اپنی محبت کو پیش کر رہی تھی، وہ ہکا بکا رہ گئے تھے، ان کا خیال تھا کہ ان کے رویے سے دلبرداشتہ ہو کر وہ ... مگر ... تھامے کی پھر انا ہو رہا تھا، ان کے ہر عمل کا رد عمل انتہائی شدید تھا، وہ ایک دفعہ پھر خود پر قابو نہ کر پائے تھے۔ غصے سے اس کی ... کی دھمکی پر اشتعال میں آ کر کمرے سے نکال دیا تھا۔ وہ روتے ہوئے دروازہ پیٹ رہی تھی، انہیں پکار رہی تھی، میں مر جاؤں گی۔ اس کی آوازیں بھی لگ رہا تھا مگر انہوں نے خود کو پتھر بنا لیا، ان کی ذرا سی نرمی بھی ان کے اپنے لیے نقصان دہ تھی۔

اگلے دن ان کا خیال تھا کہ وہ تایا جان سے اس رشتے کو ختم کر لینے کی بات کریں گے، جانچ پڑتال وہ کر چکے تھے، ہر لحاظ سے مناسب تھا، مگر وہ وقت ... بات نہ کر سکے، رات لیٹ آئے تھے، سب سو چکے تھے، امی نے ہی کھانا لا کر دیا تھا، ابھی کھانا کھا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ ... نے وہ بات شروع کر دی تھی جس نے ان کو بدحواس کر دیا تھا۔ ایک لمحے کو یوں محسوس ہوا کہ قدموں تلے سے زمین سرک گئی ہو ... برہم ہوئے تھے، ہزار ہا اعتراضات کیے تھے، ہر ممکن بچنے کی کوشش کی تھی مگر اس بار امی بھی لگتا تھا کہ پوری تیاری سے ... آئی تھیں، وہ اپنا فیصلہ سنا کر جا چکی تھیں اور ان کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا، اگلی صبح انہوں نے عیشہ کے کمرے میں جا کر ... نکالا تھا، وہ پھر رو دی تھی، وہ ہر بار اسے بری طرح رلا دیتے تھے۔ اور پھر اس کے بعد ... تھا۔

وہ وضو کر کے فارغ ہوئی تھی، صبح کے وقت اپنے گیلے چہرے سمیت وہ اس سے ذرا کوئی گیلا گلاب ہی محسوس ہوئی تھی۔ ایک دفعہ پھر ان کا دل ان کے ہاتھ سے نکلا تھا مگر ... ڈانٹ کر عقل کا دامن نہیں چھوڑا تھا، اسے سخت سست سنا کر آ گئے تھے۔ اور پھر ان کے بے پناہ اختلاف کے باوجود یہ رشتہ طے پا گیا تھا، وہ لوگ ان سے اتنے سلجھے ہوئے انداز میں بات کی تھی کہ بہت خواہش کے باوجود انکار نہ کر پائے تھے، اور پھر تلملا کر رہ گئے تھے۔

ان کے والدین تو جیسے منتظر ہی تھے، فوراً نکاح کی تقریب منعقد کر کے یہ رشتہ ہمیشہ کے لیے مضبوط کر لیا تھا، اسٹیج پر بیٹھی عیشہ واجد جو کہ اب عیشہ شہباز حیدر بن چکی تھی، عروسی لباس میں بے پناہ حسین لگ رہی تھی، ادھر ادھر بھٹکتے ان کی نگاہ بار بار اس کے چہرے پر چپک گئی تھی، وہ اپنے آپ کو ہر بار ڈانٹ دیتے تھے مگر اسے دیکھنے سے باز نہیں آتے تھے۔ وہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ انہیں اپنے اوپر سے اختیار ختم محسوس ہوا تھا۔ اس وقت عیشہ انہیں بالکل وریشہ کی طرح ہی لگی، وہی رخسار، وہی نین نقش، وہی قد و قامت۔۔۔ وہ جو مہوش تیموم کے کمرے سے گزرتے ہوئے ان کی باتیں سن کر رکے تھے، اس موقع کی تلاش میں تھے کہ وہ عیشہ کو اس سلسلے میں باز پرس کریں۔۔۔ انہوں نے مہوش سے عیشہ سے کوئی بات کرنے کو کہا تھا، مہوش نے انہیں تنگ کرنا چاہا تھا مگر انہوں نے سختی سے ٹوک دیا تو وہ بھی سنجیدہ ہو گئی اور عیشہ سے ملنے کا اہتمام کر دیا تھا، وہ اس کے کمرے میں آئے تو وہ آنکھیں بند کیے نیم دراز تھی، اس کو دیکھ کر ان کے اندر وہی کیفیت ابھری تھی، جو کچھ دیر پہلے ان کے اندر تلاطم برپا کر چکی تھی۔ وہ ان لمحوں میں بڑی مشکل سے خود پر قابو کر پائے تھے، انہوں نے فوراً مہوش کی بات والا کھاتا کھول لیا تھا، اور تبھی انہیں علم ہوا کہ یہ ساری سازش مہوش کی ہے، وہ کچھ نہیں کر سکے تھے، ایک دفعہ پھر اسے غصے سے بری طرح سنا کر وہ چلے گئے تھے۔ اور پھر ان کی زندگی کا اک نیا باب کھلا تھا۔

ہر بات، ہر معاملے میں عیشہ واجد ان کے سامنے ہوتی تھی، اس دن اس کو یونیورسٹی میں ڈراپ کرتے ہوئے انہیں بظاہر امی پر غصہ تھا، ہر ناراضی تھی، انہوں نے جس طرح اس کے اعتراضات کو خاطر میں لائے بغیر یکطرفہ فیصلہ کرتے نکاح کروایا تھا وہ ان سے ناراض ہی تھے، وہ ان کی ناراضی سے اچھی طرح باخبر تھیں، اسی لیے انہوں نے عیشہ کو ان کے ساتھ لے جانے پر کیا تھا۔

انہیں امی کی بات پر ایک دم غصہ آیا تھا، وہ اس طرح کیا ثابت کروانا چاہتی ہیں، یعنی کہ وہ اتنا کمزور ہے کہ جس بات کو وہ بے حد "انکاری" ہے، عیشہ کے چند پل کے ساتھ سے وہ "ہاں" ہو جائے گیا انہیں امی کی سوچ پر غصہ تھا، اور یہ غصہ انہوں نے سارا عیشہ پر اتارا تھا، وہ ایک روز پھر اسے رونے پر مجبور کر گئے تھے، وہ رو رہی تھی، انہیں تکلیف پہنچ رہی تھی، وہ نجانے اتنے کمزور ہوتے چلے گئے تھے کہ اب یہ لڑکی انہیں اپنے وجود کا احساس بری طرح دلا رہی تھی، اور جس طرح گاڑی سے نکلنے کے بعد ان کے پاس گئی تھی حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ وہ کتنے دنوں تک خود کو اپنے اس برے رویے پر ملال کا شکار ہونے سے نہیں روک پا رہے تھے، پھر وہ شہلا کی منگنی کی وجہ سے ایک ڈیڑھ ہفتہ پہلے ہی واجد صاحب کے ہاں جا بیٹھی تھی، فوزان بھی اس کے ساتھ ہی گیا تھا۔ اس دوران انہیں پہلی شدت سے دونوں کی کمی محسوس ہوئی تھی، اس نے انہیں پتھر کیا تھا، اور پتھر پگھل رہا تھا، وہ خود بھی حیرت زدہ تھے، جس شکست سے دو چار تھے، وہ ان کا مقدر بنتے کو بس چند قدم کے فاصلے پر تھی۔ وہ ہار رہے تھے، انہیں اندازہ ہو رہا تھا۔ جس انا کے سامنے وہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور تھے، وہ انہیں مجبور کر رہی تھی۔ وہ فوزان کو چھوڑنے واجد صاحب کے ہاں گئے تھے۔ وہ اتفاق سے اس دن جلدی گھر آ گئے تھے، شہلا انہیں بازار لے جانے کا کہہ رہی تھی، وہ فارغ ہی تھے، ... راستے میں ہی شہلا نے عیشہ کو بھی یونیورسٹی سے پک کرنے کا کہا تھا، وہ حیران تو ہوئے تھے مگر اظہار نہ کیا۔۔۔ ... انکار کرنا چاہا تھا، اور پھر وہ آ گئی تھی، شہباز حیدر کو دیکھ کر وہ حیرت زدہ تھی، وہ اچھی طرح اس کی حیرت پڑھ رہے تھے۔ ... وہ صرف حیرت سے سر ہلا کر رہ گئی تھی۔ وہ ان کے پہلو میں تھی، لاتعلقی کا اظہار کرتی ... ان کے چہرے کی ... صرف پڑھ سکتے تھے، فوزان اس کے پاس آ گے آ گیا تھا، اس سے باتیں کر رہا تھا، جبکی اس کی بات پر اس نے ڈانٹ دیا تو انہوں نے بغور دیکھا تو وہ فوزان کی بات پر خفت کا شکار تھی۔ ان کے اندر ایک عجیب سی کیفیت نے سر ابھارا تھا، بڑی خوبصورت لگ رہی تھی، وہ خود بھی حیران تھے۔

شاپنگ کے دوران اس نے کچھ بھی نہیں لیا تھا، فوزان کی شاپنگ میں اس نے ان کی مدد کی تھی، شہلا اور فوزان اسے کچھ نہ کچھ لینے کو کہہ رہے تھے مگر وہ انکار کر گئی تھی اور تبھی وہ ان کو جیولری والی دکان پر چھوڑ کر چلے گئے تھے، کچھ اپنے لیے اور کچھ اس کے لیے شاپنگ کی تھی۔ اور پہلی بار وہ مطمئن تھے، پہلی بار ان کا رویہ مثبت تھا، اور پہلی بار اپنی شکست کے خوف سے ان کے اندر غصے کے طوفان نے سر نہیں ابھارا تھا، اور پہلی بار ان کو اپنی یہ کیفیت اچھی نہیں لگ رہی تھی، انہیں عیشہ اچھی لگ رہی تھی، فوزان کا عیشہ کے لیے پیار اچھا لگ رہا تھا۔ وہ تھک گئی تھی، وہ محسوس کر رہے تھے، وہ خود بھی تھکن محسوس کر رہے تھے، وہ بھوکی تھی، انہیں احساس ہو رہا تھا، تبھی وہ ان تینوں کو اس ریسٹورنٹ میں لے آئے تھے۔ اس نے ان کے ساتھ آنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ وہ خوش ہو رہے تھے، جس طرح اس عیشہ کا لاتعلقی کا رویہ تھا، وہ اس کی طرف سے کچھ خوفزدہ تھے مگر ان کی خوشی اس وقت ملیامیٹ ہوئی تھی جب ... پر ... کی موجودگی کے باوجود اس نے صرف پانی کا گلاس لیا تھا، وہ کن انکھیوں سے اسے دیکھتے رہے تھے، شہلا اور فوزان اسے بار بار کچھ نہ کچھ لینے کا اصرار کر رہے تھے، مگر وہ ہر بار سہولت سے انکار کر رہی تھی۔

"پلیز نہیں۔۔۔ اس وقت بالکل بھی گنجائش نہیں۔۔۔ صبح معمولی سا ناشتہ کیا تھا تو کینٹین سے جی بھر کر کھایا تھا۔۔۔ ایک برگر ... اور چائے پی تھی۔۔۔" اس کے چہرے سے بھوکا ہونے کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے، شہباز خاموش ہو گئے تھے، ان کا ... گیا تھا۔

یونیورسٹی ڈراپ کرنے والے دن سے لے کر اب تک اس کا رویہ ایسا ہی تھا، وہ جوان کو دیکھ کر صرف رو دیتی تھی، ذرا سی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

تختی پر فوراً آنکھیں بھر آتی تھی، ان کے خوف سے وہ ہر وقت خائف رہتی تھی، یکسر بدل رہی تھی، وہ ان سے لاتعلقی کا اظہار کر رہی [illegible] ان کی طرف دیکھ نہیں رہی تھی، اور سب سے بڑھ کر ان کا منگوایا گیا کھانا نہیں کھا رہی تھی، انہیں اذیت ہو رہی تھی، مگر چپ تھے، کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ سب ان کا اپنا بویا سامنے آ رہا تھا۔ واپسی پر جب فوزان کو اس کے کمرے میں لٹانے کے بعد انہوں [illegible] فوزان کے سامان کے ساتھ اس کے لیے خریدی گئی چیزوں کا شاپر اس کے سامنے کیا تھا تو وہ کتنی حیران ہوئی تھی اور [illegible] پر اتر آئی تھی، انہوں نے پہلی دفعہ اس کے لیے بہت خلوص سے کوئی چیز خریدی تھی اور اس نے اسے خیرات کا نام دیا تھا۔ وہ اس لفظ پر ایک دم طیش میں آئے تھے، وہ اور بھی نجانے کیا کیا بکواس کر رہی تھی، غصے سے وہ شاپر وہیں بستر پر پھینک کر آ گئے تھے۔ [illegible] بھی پیچھے چلی آئی تھی، وہ گاڑی اسٹارٹ کر رہے تھے جب وہ کھڑکی میں جھک کر کہنے لگی تھی۔

"مجھے اس خیرات کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ میرے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت کچھ ہے۔۔۔ نہ ہی مجھے آپ کی اس [illegible] نفرت کی ضرورت ہے، جس کا آپ راگ الاپتے رہتے ہیں۔۔۔ اگر میں آپ کو اتنی ہی بری، نا قابل قبول لگتی ہوں تو مجھے میری ان [illegible] تسلیم کرتے ہوئے میری برائیوں کا ذکر کریں۔۔۔ میں اف بھی کر گئی تو کہیے گا۔۔۔ مگر اس بے وجہ کا ٹھکرائے جانا برداشت نہیں کروں گی۔۔۔ اپنے جذبوں سے ہار کر آپ کا نام اپنے مقدر میں لکھوایا ہے تو اس خیرات سے بڑھ کر حق طلب کرنے کا حق رکھتی ہوں، اگر کچھ دینا ہی ہے تو مجھے میری وہ عزت دیجیے جو بیوی ہونے کے ناطے آپ پر فرض ہے۔۔۔ یہ خیرات نہیں۔۔۔" وہ حیرت سے تک گئے تھے، بالکل حواس باختہ [illegible] اور یہ سکتہ ابھی تک برقرار تھا۔ اس وقت گھر میں صرف ان کے علاوہ کوئی بھی نہ تھا، سب [illegible] کے ہاں گئے ہوئے تھے، [illegible] یاد آ رہی تھی، جنہیں ہار جانے کے خوف سے انہوں نے کبھی انسان ہی نہ سمجھا تھا، ڈیل کرنے کا کوئی لمحہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا۔ جسے ہر لمحہ ہر پل اپنی نفرت سے سلگاتے رہے تھے اور آج اگر وہ ان کے سامنے بجائے رونے دھونے کے پوری عزت سے ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی تو وہ حیران رہ گئے تھے، اس کا یہ روپ ان کو چاروں شانے چت کر دینے کو کافی تھا۔

اقرار گئے، انکار گئے، ہم ہار گئے
اک عمر ہے بیتی جگ سے بے پروا لیکن
جب جیتنا چاہا جیون وار گئے ہم ہار گئے

وہ لب بھینچ کر رہ گئے، انہیں آج اپنی یہ مکمل ہار بری نہیں لگ رہی تھی، نہ ہی اس ہار کے اعتراف نے ان کے اندر [illegible] کیا تھا، وہ اک میٹھی سی کسک محسوس کر رہے تھے، ایک دھیمی سلگتی آگ جو انہیں حیات بخش ذائقے سے متعارف کروا رہی تھی۔ انہوں نے اپنے بستر کی سائیڈ ٹیبل سے البم نکال لیا۔ یہ نکاح کے دن کی تصاویر تھیں جو صہیب بھائی نے ان کو تھمائی تھیں، انہوں نے غصے سے بغیر دیکھے اندر ڈال دی تھیں مگر اب ان تصویروں کو دیکھنے کو دل مچل رہا تھا۔ ہر تصویر میں اس کا روپ نرالا تھا، عروسی میک اپ میں بھاری جیولری سمیت وہ اچھی خاصی دلربا سی لگ رہی تھی۔ ہر تصویر کو بغور دیکھنے کے بعد ان کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔

"اگر کچھ دینا ہی ہے تو مجھے میری وہ عزت دیجیے جو بیوی ہونے کے ناطے آپ پر فرض ہے۔۔۔ یہ خیرات نہیں۔۔۔" تمام تر لاتعلقی کے باوجود وہ اپنے دل کی بات کہنے سے باز نہیں آئی تھی۔ ان کے اندر اک نشہ سا اترنے لگا۔

کم عمر لڑکی کی محبت کا واحد حقدار ہونا جو پوری کی پوری جان سے ان پر مرتی ہو۔ اس کا نشہ بھی عجیب ہوتا ہے، انہیں احساس ہو رہا تھا۔ تصویروں کو سائیڈ پر رکھتے وہ ہنس دیے تھے، آج بہت عرصے بعد وہ دل سے کھلکھلا کر ہنسے تھے، ورنہ خود کو تو جیسے نہاں نفرت کی زد میں رکھ کر بھول گئے تھے۔

"میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں۔۔۔ میں آپ کے بغیر مر جاؤں گی۔۔۔ پلیز مجھے یوں بری طرح نفرت سے مت دھتکاریں۔۔۔" کبھی کا کہا روتی بلکتی سسکتی آواز میں یہ جملہ ان کے اندر اک آگ لگا گیا تھا۔ انہیں احساس ہوا کہ وہ اس کم عمر دیوانی لڑکی سے کتنی زیادتیاں کر چکے ہیں۔ کسی خیال سے چونک کر انہوں نے واجد صاحب کے گھر کے نمبر ملائے، کال ریسیو کرنے والی واجد صاحب کی بیگم تھیں، سلام دعا کے بعد انہوں نے فوزان سے بات کروانے کو کہا تھا۔

"السلام علیکم پاپا۔۔۔" وہ فوراً بات کر رہا تھا، وہ مسکرا دیے۔

"وعلیکم السلام۔۔۔ کیسے ہو۔۔۔ ماما کیسی ہیں۔۔۔؟"

"ٹھیک ہوں۔۔۔ ماما شہلا آپی کو مہندی لگا رہی ہیں۔۔۔"

"تم سوئے نہیں۔۔۔ اتنی رات ہو گئی ہے۔۔۔" انہوں نے ٹائم دیکھا، گیارہ بج رہے تھے۔

"میں سو گیا تھا، یہاں اتنا شور ہے۔۔۔ آنکھ کھل گئی تھی۔۔۔ پاپا آپ کیوں نہیں آئے۔ یہاں سب ہیں۔۔۔ بہت مزہ آ رہا ہے۔۔۔"

"میں کل آؤں گا۔۔۔ آپ اپنی ماما سے بات کروائیں۔۔۔"

"اچھا پاپا۔۔۔"

تھوڑی دیر بعد عیدہ کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔۔۔"

"عیدہ۔۔۔" وہ رک گئے، ذہن بالکل خالی ہو گیا۔

"جی فرمائیے۔۔۔ کیسے زحمت کی۔۔۔" [illegible] انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تمہارا ایم ایس سی مکمل ہونے میں کتنے ماہ باقی ہیں۔۔۔" [illegible] پوچھنے پر دوسری طرف موجود عیدہ حیران ہوئی۔ یہاں بھلا ایم ایس سی کا کیا ذکر۔۔۔ وہ بھی اس وقت۔۔۔

"جی۔۔۔؟"

"جی ہاں۔۔۔ کتنے ماہ باقی ہیں۔۔۔؟" انہوں نے دوبارہ دہرایا۔

"تین ماہ بعد ایگزام ہو رہے ہیں۔۔۔ کیوں خیریت ہے۔۔۔؟" عیدہ حیران تھی کہ رات کے اس پہر اسے اس کے ایم ایس سی سے کیا دلچسپی ہونے لگی کہ یوں کال کر کے پوچھا جا رہا تھا۔

"میں بھی حساب لگا رہا تھا کہ تین چار ماہ مجھے تمہیں بیوی کے ناطے عزت دینے میں کتنا تکلیف دہ انتظار کرنا ہو گا کہ تمہیں بھی دی گئی عزت خیرات نہ لگے۔۔۔"

"جی۔۔۔؟" اب تو عیدہ کے حقیقتاً طوطے اڑ گئے تھے، کچھ بھی سمجھ نہ پائی تھی۔۔۔ یہ شخص اس پر ایسا مہربان ہی کب تھا کہ وہ اعتبار کرتی۔

"ویسے تمہیں مجھ تک پہنچنے کے لیے فوزان کو قابو کرنے میں مشکل تو بڑی ہوئی ہو گی۔۔۔" وہ مزید کہہ رہے تھے، دوسری طرف عیدہ کو تو گویا پتنگے لگ گئے تھے۔

"دماغ ٹھیک ہے آپ کا۔۔۔ فوزان کے سلسلے میں آپ میرے جذبات کی توہین کر رہے ہیں۔۔۔" وہ کلس کر رہ گئی، شہباز نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"تم نے بھی تو میری کی گئی شاپنگ کی چیزیں قبول نہ کر کے کی ہے۔۔۔ وہ کس زمرے میں آتی ہے" وہ اسے صرف ستانے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کے موڈ میں تھے، دوسری طرف عیشہ واقعی برہم ہو گئی۔

"لو اور جو آپ میرے ساتھ ایک عرصہ سے کرتے آ رہے ہیں، وہ کس کھاتے میں ڈالیں گے۔۔" وہ چیخ ہی تو پڑی تھی۔ وہ ہنس دیے۔

"میں تو ایسا ہی ہوں۔۔ منع کیا تھا تمہیں۔۔۔ اب بھگتو بھی۔۔۔ اپنے سے بڑی عمر کے شخص سے دل لگاؤ گی تو یہی حال ہو گا۔۔"

"آپ کو میرے احساسات کا پتہ ہے، اسی لیے آپ مجھے دل لگانے کی سزا دے رہے ہیں۔۔ میری قسمت۔۔۔ سب چھوڑنے کو بھی مجھے آپ جیسا پتھر ملا تھا۔۔ مگر کب تک۔۔۔ کبھی نہ کبھی دن آپ کو اپنی غلطی کا احساس تو ہوگا۔۔" اگلے ہی لمحے سسکیوں کا شکار ہوتے اس کی آواز رندھ گئی۔

"میں آپ سے جتنا بھی برا سلوک کروں، آپ کے برابر نہیں ہو سکتی۔۔۔ آپ تو۔۔" وہ واقعی رو دی۔ شہباز کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا، کم از کم اب تو رلانے کے موڈ میں نہ تھے، صرف ستانا مقصد تھا۔

"مجھے میری باتوں کے طعنے دے رہے ہیں۔۔۔ اللہ کرے آپ بھی۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی، ایک دم فون بند کر دیا تھا۔

شہباز حیدر کو تاسف نے آگھیرا، اگلے ہی لمحے وہ کچھ سوچ کر مطمئن ہو گئے۔

* * *

اگلے دن اس نے بلیک خوبصورت ایمبرائیڈری سے مرصع شیشوں کے کام والا سوٹ پہنا تھا، یہ اس کے نکاح کے جوڑوں میں سے ایک تھا، خوبصورت جیولری میک اپ میں وہ اپنے خوبصورت روپ کے ساتھ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ کہنیوں تک مہندی کی بیل بوٹوں سے بھرے سیدھے الٹے ہاتھ پاؤں بہت بھلے لگ رہے تھے، چوڑیوں گجروں کی دلکشی نے اس کے حسن کی جگمگاہٹ کو چار چاند لگا دیے تھے۔ رات کی تقریب تھی، گھر کے اندر ہی سارا انتظام کیا گیا تھا، مہمانوں کی آمد کے بعد خوب گہما گہمی ہو گئی تھی۔ صحن چاندنی [illegible] آیا تھا، ان کے خاندان میں بھی لڑکے لڑکی کو ایک جگہ بٹھا کر تقریب کرنے کا رواج تھا۔ وہ کافی متحرک تھی، ادھر سے ادھر آتے جاتے عیشہ کی رات شہباز حیدر آئے تھے، مردوں میں ہی مصروف رہے تھے، چونکہ مردوں کے بیٹھنے کا انتظام صحن میں کیا گیا تھا تو کم ہی سامنا ہو رہا تھا۔ عیشہ نے بھی شکر ادا کیا کہ نجانے کب کیا وہ شخص کہہ دے۔ رات دس کے قریب مہمان واپسی کے لیے ہو لیے تھے، ان کے جانے کے بعد اچانک عیشہ کو یاد آیا کہ کافی دیر سے اس نے فوزان کو نہیں دیکھا، شاید گھنٹہ ڈیڑھ سے۔۔۔ لاسٹ ٹائم اس نے شہباز حیدر کو فوزان کو اٹھائے مردوں والے حصے میں جاتے دیکھا تھا، اس کے بعد فوزان اسے نظر نہیں آیا تھا۔ اس نے جس سے بھی پوچھا اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو وہ حقیقتاً پریشان ہو گئی، دیگر لوگ بھی پریشان ہوئے۔

"کہاں جا سکتا ہے بچہ۔۔"

"کہاں نکل گیا بچہ۔۔" چچی جان بھی پریشان تھیں۔

"وہ مجھ سے آئس کریم کھانے کی ضد کر رہا تھا، میں اسے ٹال رہی تھی، پتہ نہیں کہیں خود سے ہی باہر نہ نکل گیا ہو۔۔۔ اسے تو یہاں کے راستوں کا بھی پتہ نہیں۔۔" عیشہ کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا، بس رونے کی کسر باقی تھی۔

"فکر نہیں کرو۔۔ پتہ کرواتے ہیں۔۔" حیدر صاحب اسے تسلی دے کر باہر نکل گئے تھے، عیشہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد یاسر بھاگتا آیا۔ کچھ دیر پہلے وہ فوزان کو ڈھونڈنے نکلا تھا۔

"وہ فوزان۔۔"

"کہاں ہے وہ۔۔۔؟" وہ فوراً بے تاب ہوئی۔

"شہباز چاچو کی گاڑی میں۔۔۔ وہ اسے آئس کریم کھلانے لے کر گئے ہوئے تھے۔۔ ابھی آئے ہیں، باہر ہی گاڑی میں بیٹھے۔۔" وہ بتا رہا تھا، عیشہ کو ایک گونہ سکون ہوا تو دوسرے ہی لمحے شہباز کا خیال آتے ہی وہ بھنا اٹھی۔

"وہ باہر آپ کو بلا رہے ہیں۔۔۔" وہ ابھی تھی، یاسر کے اس پیغام پر باقی سب نے بھی سکون کا سانس لیا تھا، اسے شہباز سے اس قدر غیر ذمہ داری کی امید نہ تھی، کم از کم بتا کر تو جاتے۔ سب کے سامنے پیغام ملا تھا، اکیلے میں تو شاید غصے سے انکار کر دیتی، چپ کر کے وہ باہر چلی آئی۔ مہمانوں کے جانے کے بعد گیٹ ابھی تک کھلا ہوا تھا۔ گاڑی سامنے ہی کھڑی تھی، اسے آتے دیکھ کر شہباز نے فرنٹ ڈور کھول دیا تھا، دوسری طرف واجد صاحب کھڑے تھے۔

"بیٹھو۔"

"جی۔۔؟" وہ جو فوزان کی وجہ سے چلی آئی تھی، رک گئی، باپ کو دیکھا، وہ مسکرائے۔

"جلدی چھوڑ جانا یار۔۔۔ پہلے ہی فوزان کی وجہ سے تم نے سب کو پریشان کر دیا تھا۔۔" اس کے دیکھنے پر واجد صاحب شہباز حیدر کو کہہ کر اندر چلے گئے تھے۔

"سنا نہیں بیٹھو۔۔" دوبارہ کہا گیا تو وہ غائب دماغی سے بیٹھ گئی۔

"آپ کے پاس تھا تو کم از کم کہیں لے جانے سے پہلے بتا دیا ہوتا۔۔۔ سب پریشان ہو کر رہ گئے تھے۔۔ فوزان کی گمشدگی اب یہ۔۔" وہ الجھ گئی تھی۔ فوزان سو چکا تھا، شہباز کے [illegible] پچھلی سیٹ پر تھا، [illegible] شہباز نے مسکرا کر دیکھا۔

"میں تمہارے سامنے ہی لے کر گیا تھا۔۔۔ پتہ تو ہے [illegible]"

"مگر بتا کر نہیں گئے تھے، [illegible] لے کر گئے ہیں۔۔" فوزان کو اپنی [illegible] میں رکھ کر اس کی باتیں اس نے سیدھی کیں۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں۔۔۔ اور مجھے کیوں لے کر آئے ہیں۔۔۔؟" تھوڑی دیر بعد عیشہ کے حواس کام کرنا شروع ہو گئے تھے، باہر بڑھو پہلے گھر سے تاریک اندھیرے [illegible] شہباز حیدر [illegible]

"رات تم نے فون کیوں بند کر دیا تھا۔۔" اس کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا تھا، وہ چونکی۔

"تو آپ مجھے رات فون بند کرنے کی سزا دینے یہاں لے کر آئے ہیں۔۔" وہ بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ شہباز حیدر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچل گئی۔

"میں آپ کو اتنا برا نہیں سمجھتی تھی۔۔۔ میرا خیال تھا کہ آپ کے نزدیک میری تھوڑی بہت تو عزت ہوگی مگر آپ تو۔۔" وہ شہباز حیدر کی مسکراہٹ سے کچھ اور بھی گئی تھی۔ ایک دم روہانسی ہوئی۔ شہباز کا قہقہہ بے ساختہ تھا، وہ مزید خائف ہو گئی۔

"یہ ہنس کیوں رہے ہیں۔۔۔؟" وہ ہونق ہو گئی۔ شہباز نے بغور دیکھا، شرارتی مچلتی مسکراہٹ ہونٹوں پر رقصاں تھی۔ سیاہ خوبصورت لباس میں ملتے میک اپ میں آنکھوں میں لگی تھی، وہ ابھی بھی بے حد دل نشین لگ رہی تھی۔

"رات فون بند کرنے کے بجائے میری بات سن لیتی تو اس وقت اتنی بدگمان نہ ہوتیں۔۔" گاڑی سائیڈ پر کھڑی کر کے اس کی طرف رخ کیا تھا، عیشہ کا دماغ سنسنا اٹھا۔ شہباز حیدر کا لہجہ کیا، آنکھیں تک بدلی ہوئی تھیں۔

"آپ۔۔۔" وہ کچھ کہنے کی کوشش میں سختی سے لب سی گئی۔

"نہیں، فوزان کی آئس کریم کھلانے کی ضد پر اسے لے کر گیا تھا، مگر راستے میں کچھ جاننے والے مل گئے تو دیر ہو گئی۔۔ مجھے بالکل بھی اندازہ نہ تھا کہ تم لوگ پریشان ہوں گے۔۔۔ تم لوگوں کا بھی میری طرف دھیان نہیں گیا تھا ورنہ کال کر کے پوچھ لیتے تو

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

پتہ چل جاتا۔۔۔ بہر حال واپسی پر واجد بھائی مل گئے تھے، وہ فوزان کو ہی ڈھونڈنے نکلے تھے، میرے ساتھ ہی گھر آئے ہیں، اس لیے پوچھ کر ان کی اجازت سے ہی تمہیں لے کر آیا ہوں۔۔"

"کیوں۔۔؟" ایک دم ہی لاتعلقی لہجے میں اتر آئی۔

"بھئی بیوی ہو میری اور آج اس لباس میں لگ بھی بہت خوبصورت رہی ہو۔" شہباز کا ظاہر انداز نارمل تھا مگر لہجے میں شرارت رچی ہوئی تھی، عیشہ ایک دم کنفیوز ہو گئی، وہ اس لہجے کی عادی کب تھی۔ انہوں نے اس کے شرماتے روپ کو مسکرا کر دیکھتے اس کی چوڑیوں سے بھرا مہندی بھرے سے مہکتا ہاتھ تھاما، وہ لرز گئی۔۔۔ گھبرا کر چہرہ دیکھا۔

"مجھے کچھ نہیں آ رہی کہ تم آج زیادہ پیاری لگ رہی ہو یا نکاح کے دن زیادہ خوبصورت تھیں، یا عام گھریلو سادہ حلیے میں دل کے زیادہ پاس لگتی ہو۔" عیشہ عام اعصاب کی مالک نہ بھی ہوتی تو بھی ان جملوں سے بے جان ہو جاتی۔ خوف سے اسے دیکھا۔ یہ شخص تو مسکرا کر بات کرتا تو دور کی بات، کبھی ایک نظر کے بھی روادار نہ تھے اور اب اس کا یہ روپ۔۔۔

"ویسے بے یقینی سے کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔ بھئی میں شہباز ہی ہوں۔۔۔" شرارت سے بھرپور انداز تھا، وہ الجھی گئی، پھر اگلے ہی پل سارا حوصلہ جواب دے گیا۔

"پلیز ختم کریں اپنا ڈرامہ۔۔۔ آپ کو کوئی حق نہیں کہ آپ میرے جذبوں سے اس طرح کھیلیں۔۔۔ میں نے آپ کی نفرت قبول کی ہے۔۔۔ وہ روپ ہی میرے لیے کم تکلیف دہ تھا جو یہ نیا ڈرامہ رچا بیٹھے ہیں۔۔۔ محض مجھے اذیت دینے کو۔۔۔" وہ کہتے ہی رو دی۔ شہباز نے حیرت سے دیکھا پھر ایک دم بازو سے اپنی طرف کھینچا، گود میں فوزان تھا، وہ صرف ان کی طرف لڑھکی تھی۔ انہوں نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیا۔

"شش۔ اب۔۔۔ کوئی ڈرامہ نہیں کر رہا ہوں۔۔۔ میں تو تمہیں یہ سب کہنا چاہتا تھا۔۔۔ تمہیں میں نے اتنا ستایا۔۔۔ اتنی تکلیف دی، تمہاری ذرا سی لاتعلقی نے وہ کام کر دکھایا جو تمہاری اتنے عرصے کی محبت نہ کر دکھائی۔۔۔ میں تمہارے سامنے ہارنا نہیں چاہتا تھا، میں تم سے عمر میں بڑا تھا، میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی ناانصافی ہو۔۔۔ میرا خیال تھا کہ میاں بیوی ہم عمر ہوں تو انڈر اسٹینڈنگ اچھی رہتی ہے۔۔۔ یہ زندگی پرسکون انداز میں گزرتی ہے۔۔۔ ابھی تم جو دیوانگی کا مظاہرہ کر رہی ہو۔۔۔ ہو سکتا ہے بعد میں جذبات کا زور کم ہو اور تمہیں احساس ہو کہ تم غلطی پر تھیں، تو بعد میں پچھتانے سے بہتر تھا کہ تم ابھی سے کچھ سوچتیں۔۔۔ زندگی جذبات کے سہارے گزرنے والی نہیں ہے۔۔۔ تم مجھے بہت عزیز ہو، تمہارے ساتھ کوئی ناانصافی ہو، کم از کم میرے نزدیک تو یہ ممکن نہیں تھا۔۔۔ اس لیے میں نے تمہارے لیے خود کو سخت کر لیا، میں جتنی سختی کا مظاہرہ کر رہا تھا تمہاری محبت اتنی ہی منہ زور طوفان کی طرح آگے بڑھتی جا رہی تھی، میں ڈر گیا تھا، تم سے نہیں خود سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔ مجھے اپنے اندر توڑ پھوڑ ہوتی محسوس ہو رہی تھی، تمہارے معاملے میں کمزور پڑ رہا تھا، میرے دل و دماغ میں اک جنگ سی چھڑ چکی تھی، جس کی وجہ سے تمہیں بارہا میں نے سخت رنج، تکلیف اور اذیت سے دوچار کیا تھا، میرے اندر کا اشتعال دن بدن بڑھتا جا رہا تھا، اور ہر بار میرا غصہ تم پر نکلتا تھا، میں ہارنا نہیں چاہتا تھا مگر ہار رہا تھا اور تمہاری ذرا سی لاتعلقی میری رہی سہی انا کو بھی توڑ پھوڑ گئی۔ ایسے میں تم مجھے یہ کہو کہ میں ڈرامہ کر رہا ہوں تو بڑے شرم کی بات ہے میرے لیے۔۔۔" وہ ساکت، پتھر کی طرح ساکن، بغیر پلکیں جھپکائے سن رہی تھی، شہباز حیدر کا شکوہ، جس پر جذبے اپنا عکس دکھا رہے تھے، دیکھ رہی تھی، مگر بے یقینی تھی، کیا یہ شخص واقعی سچ کہہ رہا ہے، یہ میرا کوئی خواب ہے۔ میری یہ محبت، میرا یہ بدلا انداز، میری توجہ، خیرات نہیں ہے۔۔۔ یہ وہ حق ہے جو میرے نکاح میں ہونے کی حیثیت سے تم ڈیزرو کرتی ہو۔۔۔ کیا اب بھی نہیں مانو گی میں ہارا ہوں تمہاری دیوانگی، محبت کے سامنے۔۔۔ میں نے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔۔۔ اب بولو میری حقیر سی محبت قبول کرو گی۔۔۔ مجھے میری تمام غلطیوں سمیت اپنی محبت کے وسیع دامن میں سمیٹ کر مجھے مالا مال کرو گی۔۔۔ بولو کرو گی۔۔۔" اس نے دونوں ہاتھ تھامے تھے شہباز حیدر یہ بھی بھول گئے

کہ وہ اس وقت کہاں ہیں، عیشہ کی آنکھوں سے آنسو بہتے چلے گئے تھے، وہ سر جھکا گئی۔

"بس اب نہیں رونا۔۔۔ بہت رلایا ہے میں نے تمہیں۔۔۔ تمہاری محبت نے میرے مردہ احساسات کو اک نئی زندگی دی ہے، ارشی کی وفات کے بعد میں نے اپنے تمام جذبوں امنگوں خواہشوں کو بھی اس کے ساتھ دفن کر دیا تھا کہ اب یہ دل کوئی اور گھر آباد نہیں کرنا چاہتا۔ طلب خواہش ہر چیز مٹ گئی تھی، تمہارے وجود نے میرے اندر پھر وہ پرانی امنگ پیدا کی ہے تمہارے نام سے۔۔۔ تمہارے وجود سے۔۔۔ میں نے ابا جی اور واجد بھائی سے بات کر لی ہے۔۔۔ تمہارے ایگزام کے انتظار میں میں مزید صبر نہیں کر سکتا۔ بعد میں بے شک ایگزیم دیتی رہنا، بس اگلے ماہ تک رخصتی ہو جانی چاہیے۔۔۔ بولو خوش ہو نا۔۔۔؟"

عیشہ کا ابھی بھی برا حال تھا، وہ تو سب کچھ سمجھ کر بھی نا سمجھ تھی، اس کی بے یقینی دیکھ کر شہباز حیدر کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی، اس کے آنسو اپنی پوروں سے صاف کرتے ہوئے انہوں نے اسے اپنے بازو کے گھیرے میں لیا تو وہ چونکی، جیسے ایک دم خواب سے بیدار ہو گئی ہو۔۔۔ یہ خواب نہیں حقیقت تھی۔۔۔ سچ حقیقت۔۔۔ زخم دینے والا مہربان ہو گیا تھا۔۔۔ اس سے لاتعلقی کا اظہار کرنے والا تعلق داری کا اظہار کر رہا تھا۔ دھتکارنے والا نوازشوں پر آمادہ تھا، وہ شہباز حیدر کی اس قربت پر جھینپ گئی، دل دھک دھک کرنے لگا، اس نے بے اختیار شہباز کا بازو جھٹکا، ساری صورتحال سمجھ میں آئی تو چہرہ گلنار ہوتا چلا گیا۔ شہباز نے دل جمعی سے اس کا یہ روپ دیکھا۔ یہ روپ بھی پاگل کر دینے والا تھا۔

"افسوس! تمہیں شاید خوشی نہیں ہوئی۔۔۔" انداز سراسر چھیڑنے والا تھا، وہ شش و پنج میں ہو گئی، پھر فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"وہ رخصتی۔۔۔ اتنی جلدی۔۔۔ ابھی تو میں نے پیپرز۔۔۔" شہباز حیدر کی وارفتگی نگاہوں کی زد میں الجھ کر وہ جملہ بھی نامکمل چھوڑ گئی۔

"خدا کو مانو بیوی۔۔۔ ایک منٹ نہیں صبر کرنے والا میں۔۔۔ میرا دل تو چاہ رہا تھا کہ تمہیں ابھی اسی روپ میں سیدھا اپنے بیڈروم میں لے جاؤں مگر۔۔۔ تم ہو کہ۔۔۔" وہ شہباز حیدر کے اس قدر کھلے ڈلے انداز پر حواس باختہ ہو گئی۔ خوف و شرم سے لرز اٹھی۔ سرخی سے چہرہ تپنے لگا۔ اس نے محبت کی بازیابی کی دعا مانگی تھی۔ اللہ نے اس کی سن لی تھی، اتنی شدت تھی شہباز کی محبت میں، وہ سر نہ اٹھا پائی۔ جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"تم تو یوں خوفزدہ ہو رہی ہو جیسے میں۔۔۔" اس کی گھبراہٹ سے لطف لیتے ہوئے شہباز حیدر نے اس کا کندھا تھاما تو وہ اچھل پڑی۔

"پلیز گھر چلیں۔۔۔ ابو انتظار کر رہے ہوں گے۔" کانپتی لرزتی آواز میں کہتے اس نے چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا تھا۔ شہباز کھل کر ہنسا۔

"واجد بھائی جانتے ہیں اس وقت میرے جذبات کیا ہو رہے ہیں۔۔۔ کوئی نہیں انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔ تم اپنے شوہر کے ساتھ ہو، اعتبار کرو یار۔۔۔ ہم دل ہارے ہیں۔۔۔ اور بے ایمانی تو اپنی عادت ہے ہی نہیں۔۔۔ اب یہ لرزنا کانپنا بند کرو۔۔۔ یقین نہیں آتا کہ میری محبت میں پاگل دیوانی ہر چیز کی پروا کیے بغیر میرے سامنے اظہار کرنے والی اس قدر شرم کی پوٹلی بھی ہو سکتی ہے۔۔۔" شہباز حیدر نے ہلکے پھلکے انداز میں اس کا اعتبار لوٹانا چاہا تھا۔ وہ سختی سے لب بھینچ گئی، ہاتھ ہٹا کر دیکھا، وہ مسکرا رہے تھے۔ اس شخص کی گرفت سوہان روح تھی، تو یہ قربت۔۔۔ اور یہ محبت۔۔۔ یہ مسکراہٹ۔۔۔" اپنائیت و محبت سے چھیڑتا، وہ مسکرا رہے تھے، کھلکھلا رہے تھے، ساتھ اسے بھی ہنسنے پر مجبور کر رہے تھے، اور عیشہ جو ان کی نگاہوں کی وارفتگی، جملوں کی معنی خیزی، آپس کی قربت سے پزل ہو رہی تھی، ایک دم پرسکون ہو کر سیٹ کی بیک سے سر ٹکایا۔ اس کے دل میں یقین بھرتا چلا گیا کہ

اب یہ شخص اس کا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کا ہے

ELS FREE PDF LIBRARY

وہ اس کی محبت کی بلا شرکت غیرے تنہا مالک ہے
وہ اس کا دل جیتنے میں کامیاب ہو گئی تھی
کام مشکل تھا مگر وہ فاتح تھی
یہ دل بھی اس کا تھا اور شہباز حیدر بھی
زمانے کو چلے وہ چلو ایک ساتھ چلتے ہیں
نئی دنیا بسانے کو چلو ایک ساتھ چلتے ہیں
ہمیں جیون کا ہر لمحہ تمہارے نام کرنا ہے
یہی وعدہ نبھانے کو چلو ایک ساتھ چلتے ہیں

ختم شد

Famous Urdu Novels
Free pdf Library